قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

کراچی

قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ رو

۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۵ ء

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں
تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارہ میں

★ حقائق و عبر
★ بین الاقوامی جائزہ
★ عالم اسلامی
★ بزم طلوع اسلام

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوع اسلام

جلد ۸ | ہفتہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۳

ون یونٹ Page 3

مرزائیت اور مودودیت Page 4

مراکشی مذاکرات Page 5

پنڈت نہرو اور گوآ Page 6

لیکن کیسے؟ Page 6

تاریخی شواہد Page 7

اسلام کی سرگزشت Page 8

مجلس اقبال Page 9

عورت کا قرآن Page 10

قرآن کی تفسیر، احادیث کی رو سے Page 11

حقائق وعبر Page 15

بین الاقوامی جائزہ Page 16

عالم اسلامی Page 17

بزم طلوع اسلام Page 18

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا - عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں - باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنہیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا - یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کرچکے ہیں - قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم - بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات - کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ - قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک -

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے - مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی -

بڑا سائز - ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط - گرد پوش حسین -
قیمت چھ روپے - علاوہ محصولڈاک -

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا -

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے -

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں - قیمت دو روپے -

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ، رہنے سہنے کا ڈھنگ - سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں -

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے -

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت، علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے -

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے -

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸ | ہفتہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۳

وَن یُونٹ

جمہوری اندازِ حکومت کا اصل الاصول یہ ہے کہ ملک کا نظم و نسق ملک کے باشندوں کی منشا کے مطابق چلایا جائے۔ اس اصول کو بروئے کار لانے کے لئے ایک مشنری وضع کی گئی۔ اس مشنری کے بنیادی خط و خال یہ ہیں کہ عوام اپنے نمائندے چنتے ہیں اور یہ نمائندے ملکی مسائل کا فیصلہ اکثریت رائے سے کرتے ہیں۔ انتخاب کے وقت ملک مختلف پارٹیوں میں بٹ جاتا ہے۔ اور پارٹیوں کے ٹکٹ پر امیدوار منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس نمائندگان میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس پارٹی کے اراکین سب سے زیادہ ہیں۔ یعنی کسے اکثریت حاصل ہے۔ اکثریت کی پارٹی گورنمنٹ کی تشکیل کرتی ہے اس کے مدمقابل دوسری پارٹی کو حزبِ مخالف کہا جاتا ہے۔ حزبِ مخالف کا فریضہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ حزبِ اقتدار کی پیش کردہ تجاویز پر نکتہ چینی کرے اور ان کے اعمال کی نگران ہو تاکہ حزبِ اقتدار اپنی من مانی نہ کرنے پائے۔ یہ ہے جمہوری مشنری کا وہ نقشہ جو مغرب کے ممالک میں عام طور پر رائج ہے۔ جس نے یہ نقشہ مرتب کیا تھا یقیناً اُس کے ذہن میں یہ ہوگا کہ اس سے ملک کے معاملات نہایت عمدگی سے سلجھتے چلے جائیں گے۔ لیکن اگر وہ کہیں یہ دیکھ لیتا کہ آج کل پاکستان کی مجلس آئین ساز میں حزبِ مخالف کیا کچھ کر رہی ہے تو وہ جمہوریت کی مشنری سے سب سے پہلے حزبِ مخالف کے وجود کو ختم کر دیتا۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ ہماری یہ اسمبلی ان عزائم کو لے کر وجود میں آئی تھی کہ یہ دو مہینے کے عرصہ میں پاکستان کا آئین مرتب کر کے دے دے گی۔ دو مہینے کا موعودہ وقت گذر چکا ہے اور پاکستانی آئین جس حد تک مرتب ہوا ہے وہ ملک کے سامنے ہے۔ بہت سی کھینچا تانی کے بعد ۲۳ر اگست کو مغربی پاکستان کی وحدت کا مسودہ اسمبلی کے سامنے پیش ہوا۔ حزبِ مخالف نے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ یہ مسودہ پیش ہی نہ ہو۔ جب وہ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے یہ قرارداد پیش کی کہ مسودہ کو رائے عامہ کے لئے مشتہر کیا جائے۔ اس قرارداد کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ذرا یہ دیکھئے کہ اس تجویز کا پس منظر کیا ہے۔ یہ تجویز مغربی پاکستان کی تمام اسمبلیوں میں ایک ایک کر کے پیش ہوئی اور ان میں سے ہر ایک نے اسے پاس کر دیا۔ یہ تجویز ان اسمبلیوں میں اتنی بڑی اکثریت سے منظور ہوئی تھی کہ اسے متفقہ منظوری کہنا چنداں غلط نہ ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ ان اسمبلیوں کی پوزیشن کیا ہے۔ یہ اپنے اپنے صوبوں کے عوام کے منتخب کردہ ممبروں پر مشتمل ہیں۔ ہم پوچھتے یہ ہیں کہ جس تجویز کو عوام کے ان نمائندوں نے اس طرح سے منظور کیا ہو، جمہوریت کے قواعد و ضوابط کے اعتبار سے اسے عوام کی پاس کردہ تجویز سمجھا جائے گا یا نہیں؟ جب صورت یہ ہے کہ آئینِ جمہوریت کے مطابق یہ قرارداد خود ملک کے عوام ہی کی بالواسطہ منظور کردہ ہے تو پھر یہ کہنا کہ اس کے متعلق رائے عامہ کو معلوم کر لیا جائے، خواہ مخواہ چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانا نہیں تو اور کیا ہے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ جن اسمبلیوں نے اس قرارداد کو پاس کیا تھا ان میں سے پنجاب اور سرحد کے وزرائے اعلیٰ اب اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب ان کے صوبوں کے حالات بدل چکے ہیں۔ یہ دلیل صریح مغالطہ پر مبنی ہے۔ اگر ایک وزیر اعلیٰ چھوڑ، کسی صوبہ کے تمام کے تمام وزراء بھی برطرف کر دیئے جائیں تو اس سے اس قرارداد پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا جو صوبہ کی اسمبلی نے پاس کیا ہو۔ یہی نہیں اگر کسی صوبہ کی اسمبلی کسی قرارداد کو پاس کرے اور اس کے بعد خود وہ اسمبلی ہی ٹوٹ جائے تب بھی اس پاس شدہ قرارداد پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جن صوبوں کی اسمبلیوں نے اس قرارداد کو پاس کیا تھا ان کے ان نمائندوں کو جو اب مجلس دستور ساز میں بیٹھے ہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے صوبہ کی اسمبلی کی پاس کردہ قرارداد کے خلاف لب کشائی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک فیروز خاں نون اور سردار عبدالرشید اس تجویز کی مخالفت کسی اصول پر نہیں کر رہے۔ انہوں نے، اس کے برعکس، صاف الفاظ میں کہا ہے کہ انہیں وحدت کا اصول تسلیم ہے البتہ انہیں مرکز کی قیادت سے شکایت ہے۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ یہ اندازِ مخالفت، اصولِ جمہوریت کے کس قدر مطابق ہے۔

سردار عبدالرشید نے یہ بھی کہا ہے کہ

> ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی مجلس کتنی ہی نمائندہ کیوں نہ ہو اسے کسی ایسے مسئلہ پر رائے نہیں دینا چاہیئے جس کے لئے اسے عوام نے اختیار نہیں دیا۔ یہ کہنا کہ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے اس تجویز کو منظور کر دیا کافی نہیں ہے کیونکہ اسے لوگوں کی طرف سے ایسا فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اس ضمن میں ہم محترم سردار صاحب سے دو ایک باتیں پوچھنا چاہتے ہیں، مثلاً:

(۱) جب یہ قرارداد صوبہ سرحد کی اسمبلی میں پیش ہوئی تھی اور آپ نے اسے خود پاس کرایا تھا تو کیا اُس وقت آپ کو یہ یاد نہیں تھا کہ عوام نے اس اسمبلی کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں دیا تھا۔ جب وہاں کی اسمبلی کی پوزیشن یہ تھی تو آپ نے اس اسمبلی سے اس قرارداد کو پاس کیسے کرا دیا۔ کیا آپ نے اُس وقت یہ اعتراض کیا تھا؟

(۲) کیا انتخابات کے وقت ان امور کی کوئی فہرست مرتب کی جاتی ہے جس کے متعلق رائے دینے کے لئے عوام اپنے نمائندوں کو اختیارات دیتے ہیں؟ کیا سرحد کی اسمبلی نے اس تمام عرصہ میں جو جو فیصلے کئے ہیں اُن سب کے لئے عوام نے انہیں اختیار دے دیا تھا؟ کیا جمہوری اندازِ حکومت میں کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ جو مسئلہ مجلس کے سامنے آئے اس کے متعلق یہ دیکھا جائے کہ اس پر غور و خوض کرنے کے لئے عوام نے انہیں خاص طور پر اختیار دے رکھا ہے یا نہیں؟

(۳) سرحد کی اسمبلی نے سردار عبدالرشید صاحب کو مجلس دستور ساز کے رُکن کی حیثیت سے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ کیا سرحد کے عوام نے اپنی اسمبلی کو اس امر کا اختیار دیا تھا کہ وہ مجلس دستور ساز کے لئے بھی اراکین منتخب کر کے بھیجے؟ اگر عوام نے اس اسمبلی کو ایسا کوئی اختیار نہیں دیا تھا تو پھر آپ کی مجلس دستور ساز کی رکنیت ہی بے قاعدہ ہے۔ آپ اس بے قاعدہ رکنیت کو قبول کیوں کئے ہوئے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ مخالف گروہ کی یہ قرارداد ہی سرے سے غلط تھی کہ اس تجویز کو عوام کی رائے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ جمہوری اندازِ حکومت کے مطابق رائے عامہ تو پہلے ہی سے اس تجویز کے ساتھ ہے۔ اسے مجلس دستور ساز میں محض اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ رسمی طور پر اس کی منظوری ضروری تھی۔ ورنہ جب متعلقہ صوبوں کے نمائندوں نے اسے پاس کر دیا تھا تو پھر اسے فوراً عمل میں آ جانا چاہیئے تھا۔

یہ تو ہے اس تجویز کی جمہوری اور آئینی شکل۔ ایوان میں

اب تک کم و بیش تیس اراکین اس کے متعلق تقریریں کر چکے ہیں۔ ان میں خاصی تعداد حزبِ مخالف کی بھی ہے۔ آپ ان تقریروں کو دیکھئے اور پھر غور کیجئے کہ ان میں کوئی اختلاف بھی اصول پر مبنی ہے؟ صاف نظر آتا ہے کہ چند ذاتی مخاصمتیں ہیں جو تجویز کی مخالفت کے رنگ میں اُبھر اُبھر کر سامنے آ رہی ہیں اور سامنے بھی اس سوقیانہ انداز سے آ رہی ہیں جس سے خود جمہوریت کی آنکھیں زمین میں گڑ جائیں۔ ۳۰ اگست سے اس وقت تک کا عرصہ اسی ایک مسئلہ کی نذر ہو گیا ہے۔ اگر اس تجویز کو رائے عامہ کے لئے مشتہر نہ کیا گیا تو پھر اس سورۂ پر "شق بہ شق" بحث ہوگی۔ یہ بحث کس قدر طول پکڑے گی اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک ایک شق کے ساتھ سینکڑوں ترمیمات نتھی کر دی گئی ہیں۔ ہم تو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اس انداز اور اس رفتار سے یہ مجلس، دستور سازی کے معاملہ میں کیا کام کر سکے گی؟ ملک اس پر رو رہا ہے کہ پچھلی دستوریہ نے سات سال ضائع کر دیئے۔ لیکن اگر یہی ڈھنگ یہی ہیں تو یہ دستوریہ خدا جانے ستر سال تک بھی آئین مرتب نہیں کر سکے گی۔

قوم کو سوچنا ہوگا کہ کیا اس ملک میں جمہوری اندازِ حکومت کامیاب ہو سکتا ہے؟

ون یونٹ کا ذکر آ گیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں طلوعِ اسلام کے مسلک کو بھی ایک بار پھر دُہرا دیا جائے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ مغربی پاکستان کی وحدت کی تجویز قریب تین برس پہلے طلوعِ اسلام نے پیش کی تھی اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی تائید کرتا رہا۔ ہم سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ ہم نے یہ تجویز کیوں پیش کی تھی اور اس کی حمایت کیوں کرتے ہیں؟ لیکن اس سے پہلے ہم سے پوچھئے کہ ہم نے خود پاکستان کی حمایت کیوں کی تھی۔ تحریکِ پاکستان میں شمولیت سے کسی اور کا مقصد کچھ ہی ہو، طلوعِ اسلام کے سامنے ایک ہی مقصد تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ صرف تحریکِ پاکستان میں شمولیت یا عدمِ شمولیت کے بارے میں ہی نہیں، اس کے سامنے تو زندگی کے ہر قدم پر ایک ہی مقصد رہتا ہے۔ اور ایک ہی مقصد رہے گا۔ یعنی کسی طرح ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ خدا کی اس سرزمین پر خدا کے قانون کی حکمرانی قائم ہو جائے۔ طلوعِ اسلام نے پاکستان کی تائید اس لئے کی تھی کہ اس کے نزدیک اس سے یہ امکان پیدا ہو جاتا تھا کہ اس سرزمین پر قرآنی معاشرہ کا قیام ہو جائے گا۔ قارئین اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ طلوعِ اسلام جب قرآنی نظام یا قرآنی معاشرہ کہتا ہے تو اس کی یہ اصطلاحیں اور لوگوں کی پیش کردہ اصطلاحوں کی طرح مبہم نہیں ہوتیں۔ وہ ہزارہا صفحات پر پھیلی ہوئی تحریروں میں بتا چکا ہے کہ قرآنی نظام سے اس کی مراد کیا ہے۔ اس نظام کا مقصود و منتہیٰ اس کی ہر اشاعت کے ٹائٹل پیج پر "مقصد اور مسلک" کے تحت شائع ہوتا ہے۔ اس نظام کو مختصر لفظوں میں نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔

اس نظام کے لئے وحدتِ ملت اولین شرط ہے

یہی وجہ تھی کہ طلوعِ اسلام نے تشکیلِ پاکستان کے بعد یہ تجویز پیش کی تھی کہ ملک میں وحدانی انداز کی حکومت قائم کی جائے یعنی مشرقی اور مغربی پاکستان کو ایک وحدت تسلیم کیا جائے۔ لیکن ہماری تمناؤں اور کوششوں کے باوجود ایسا نہ ہو سکا۔ اس کے بجائے فیڈریشن کے انداز کو ترجیح دی گئی۔ لیکن ہمارے نزدیک فیڈریشن سے مغربی پاکستان کے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ یا یوں کہئے کہ جن ٹکڑوں میں یہ اس وقت بدقسمتی سے بٹا ہوا ہے ان پر آئینی مہرِ تصدیق ثبت ہو جاتی تھی۔ اس لئے ہم نے اس کی مخالفت کی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر ملک کے دونوں حصوں کو ایک وحدت نہیں بنایا جا سکتا تو کم از کم اسے دو وحدتوں ہی میں منقسم رکھا جائے۔ یعنی مشرقی پاکستان کی ایک وحدت اور مغربی پاکستان کی دوسری وحدت۔

وحدتِ ملت کے لئے وحدتِ مفاد اولین بنیاد ہے۔

یعنی جس طرح جس قدر افراد کے مفاد مشترک ہوں گے وہ باہم متحد ہوں گے، اسی طرح جن علاقوں کے مفاد مشترک ہوں گے ان علاقوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ موجودہ صوبائی تفریق میں باہمی مفاد کا اس طرح ٹکراؤ ہوتا ہے کہ ہر صوبہ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ باقی ملک جائے بھاڑ میں، اس کا علاقائی مفاد محفوظ رہے۔ مثلاً دریائے سندھ مغربی پاکستان کے ایک کنارے سے نکلتا ہے اور پورے ملک میں سے گزرتا ہوا دوسرے کنارہ میں سمندر میں جا گرتا ہے۔ اس کے رستے میں سرحد پنجاب۔ بہاولپور اور سندھ کے علاقے آتے ہیں۔ دریاؤں کے پانی کی تقسیم پر جس قسم کے جھگڑے ہندوستان اور پاکستان میں ہوتے رہتے ہیں ویسے ہی جھگڑے سندھ کے پانی کی تقسیم پر ان صوبوں اور ریاستوں میں چھڑتے رہتے ہیں۔ اگر یہ صوبائی لکیریں مٹا کر اس پورے علاقہ کو ایک قطعہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ سارا دریا ایک ہی علاقہ کا دریا قرار پائے گا۔ ہم نے اس چیز کو یونہی بطور مثال پیش کیا ہے ورنہ ہر صوبہ اپنے اپنے مفاد کے تحفظ میں اس قسم کا تشدد برتتا ہے جس قسم کا تشدد دو مختلف قومیں یا دو مختلف مملکتیں اپنے اپنے مفاد کے تحفظ میں برتتی ہیں۔

قرآن نے مفاد کی اس کشمکش کا علاج، نظامِ ربوبیت میں بتایا ہے۔ اس میں پورے کا پورا علاقہ ایک جسم نامی کی طرح کام کرتا ہے اور مفاد کا باہمی تصادم کہیں ظہور میں نہیں آتا۔ اس میں پیداوار کے تمام وسائل، انفرادی اور علاقائی ملکیت کے بجائے پوری کی پوری ملت کی اجتماعی تحویل میں چلے جاتے ہیں اور ملت کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ تمام افراد کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی کفیل ہو اور اس کا انتظام کرے کہ فرد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشو و نما ہوتی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ نظام آئینی انداز سے قائم ہوگا۔ اس بنا پر ہمیں وحدتِ مغرب میں یہ سہولت نظر آتی ہے کہ ایک مجلس مقننہ کے فیصلہ سے یہ نظام پورے کے پورے علاقہ میں نافذ ہو سکے گا۔ ورنہ اگر ملک صوبوں میں بٹا رہا تو اس باب میں ہر علاقہ کے لئے الگ الگ جد و جہد کرنی پڑے گی۔

لہٰذا مغربی پاکستان کی وحدت کے لئے ہماری تائید اور کوشش محض اس لئے ہے کہ ہم قرآنی بصیرت کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ یہ اقدام وحدتِ ملت کے لئے بڑا سازگار رہے گا اور اس سے قرآنی نظامِ ربوبیت کے قیام کا راستہ نسبتاً آسان ہو جائے گا۔ باقی رہا بعض صوبوں کا یہ خدشہ کہ اس سے ان کا کلچر مٹ جائے گا۔ تو ہمارے جس قدر مروجہ کلچر ہیں ان میں کوئی بھی اسلامی نہیں۔ لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم ان غیر اسلامی کلچرز کے تحفظ کی فکر کرتے رہیں ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ جلد از جلد مٹ جائیں اور ان کی جگہ ایک نیا کلچر وجود میں آ جائے جو خالص قرآنی خطوط پر متشکل ہو اور ہم اپنی آنے والی نسلوں کو لات و منات کہنہ کا روایتی کلچر ورثہ میں دینے کے بجائے، ان کے لئے نو متشکل قرآنی کلچر ترکہ میں چھوڑیں۔ اربابِ بصیرت سے ہماری درخواست یہ ہے کہ وہ سرحدی۔ پنجابی، سندھی، بلوچی تصوراتِ زندگی اور روایتی ثقافت کے خیال کو چھوڑیں۔ اور اللہ نے جو ہمیں ایک موقع بہم پہنچایا ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، ایک متحدہ اور جامعہ اسلامی تصورِ حیات اور قرآنی ثقافت کی طرح ڈالیں ؎

وقت آن است کہ آئینِ دگر تازہ کنیم
لوحِ دل پاک بشوئیم و ز سر تازہ کنیم

مردِ مومن (حضرت سلمان پارسیؓ) سے جب باپ کا نام پوچھا گیا تھا تو انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ "اسلام" اور یہ اس لئے

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

کیا ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ پنجابی، سندھی کلچر کے بجائے اسلامی کلچر پر فخر کریں! یہ چیز وحدت سے ہوگی انتشار سے نہیں۔ وفیھا بصائرٌ للناس۔

مرزائیت اور مودودیت

قارئین کو یاد ہوگا کہ طلوعِ اسلام مسلسل آٹھ سال سے کہتا چلا آ رہا ہے کہ جو تحریک یہاں مودودی صاحب جماعتِ اسلامی کے نام سے چلا رہے ہیں وہ ملت میں تفرقہ اور انتشار کی رُو سے بالکل مرزائیت کے نقشِ قدم پر جا رہی ہے۔ اور خود مودودی صاحب کا ذہن بھی انہی خطوط پر کام کر رہا ہے۔ یہ کچھ لکھنے کے ساتھ ہی ہم ملک کے اربابِ شریعت سے بھی یہ کہتے رہے کہ آپ نے پہلے مرزائیت کی تحریک کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ لگایا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تحریک اب اس قدر جڑ پکڑ چکی ہے کہ اس کا استیصال قریب قریب ناممکن ہو چکا ہے۔ اسی طرح آپ اس نئی تحریک کی اہمیت کا بھی صحیح اندازہ نہیں لگا رہے اور اس سے نہ صرف تساہل و تسامح برت رہے ہیں بلکہ بالواسطہ اور بلاواسطہ اس کی تقویت کا سامان بن رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ تحریک بھی اسی قدر قوت پکڑ جائے گی کہ پھر اس کا مقابلہ بھی آپ کے بس کی بات نہیں رہے گا۔ ہم نے یہ بھی بتایا کہ مودودی صاحب نہ تو حدیث کو ان معنوں میں مانتے ہیں جن

معنوں میں اہلِ حدیث حضرات حدیث کے معتقد ہیں، اور نہ ہی فقہ حنفیہ کو اس صورت میں ملتے ہیں جس صورت میں حنفی حضرات اسے مانتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی زبان پر حدیث اور فقہ کے الفاظ ہر وقت رہتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا دھوکا ہے اور جب تک اس دھوکے کی اہمیت کو نہ سمجھا جائے گا اس وقت تک اس تحریک کا صحیح صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکے گا۔

ہم آٹھ سال سے اسے دہراتے رہے لیکن کسی نے اس گزارش کو درخورِ توجہ نہ سمجھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مودودی صاحب نے ایک ہوشیار پروپیگنڈسٹ کی طرح پکارنا شروع کر دیا تھا کہ طلوعِ اسلام منکرِ حدیث ہے۔ منکرِ سنت ہے۔ منکرِ رسالت ہے۔ اور نہ جانے کیا کیا ہے۔ اس سے انہوں نے اربابِ شریعت کی توجہ کو اپنی طرف منعطف ہی نہیں ہونے دیا۔ دوسری طرف انہوں نے اسلامی آئین اور کتاب و سنت کے مطابق دستور کی ایسی رٹ لگائی کہ یہ حضرات سمجھتے رہے کہ یہ تحریک ملک میں شریعت کا نظام رائج کرنے کے لئے ہے۔ ان گونا گوں پردوں کے نیچے یہ تحریک بڑھتی چلی گئی تا آنکہ اب ہمارے ان اربابِ شریعت کو بھی محسوس ہوا کہ اس تحریک سے اسلام کو کس قدر خطرہ ہے۔ چنانچہ اب ان کے خلاف انہوں نے کچھ جد و جہد شروع کی ہے۔ انہوں نے مودودی صاحب کے عقائد کا جائزہ لے کر یہ اعلان کیا ہے کہ وہ فی الواقعہ نہ حدیث کو ملتے ہیں نہ فقہ کو۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کا بھی احساس کر لیا ہے کہ یہ تحریک مرزائیت ہی کے نقشِ قدم پر جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر ۱۴ اگست ۱۹۵۵ء کے نوائے پاکستان میں چودھری احمد دین صاحب کے قلم سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ

> "میں پیش گوئی کئے دیتا ہوں کہ "مودودیان کرام" ہر اس مرحلہ سے گزریں گے جس میں سے مرزائی گزر چکے ہیں اور ہر اس حربہ کو وہ استعمال کریں گے جو مرزائی استعمال کر چکے ہیں۔ مودودیت مرزائیت کی نقل مطابق اصل ہے اور اسی کے نقشِ قدم پر چلے گی۔"

کراچی میں، جمعیت تحفظِ شریعت کی طرف سے بڑے بڑے پوسٹر شائع ہوئے ہیں جن کا عنوان ہے "مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آئینہ میں مودودی صاحب کا چہرہ" ان میں مرزا صاحب اور مودودی صاحب کے خیالات اور اعتقادات کا مقابلہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ کس طرح دونوں ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔

(بحوالہ نوائے پاکستان مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۵۵ء)

لیکن اس میں بھی دو ایک باتیں زیادہ غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ مودودی صاحب نے تحریکِ مرزائیت کی محدودیت سے یہ سبق سیکھا ہے کہ بننے کو سب کچھ بنو لیکن اس انداز سے کہ مسلمان آپ کو اپنے سے الگ نہ سمجھنے لگ جائیں۔ ان کے اندر رہتے ہوئے اپنی مطلب براری زیادہ مفید رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ (جیسا کہ طلوعِ اسلام اس سے پہلے بھی کئی بار لکھ چکا ہے) مودودی صاحب کی تحریک مرزائیت کی تحریک کے ساتھ صرف ایک حد تک جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ اس تحریک سے کہیں زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے۔ مرزائیت اور مودودیت میں مشترک راستے تو وہیں تک ہیں جہاں تک معاشیات کا تعلق ہے۔ یہ دونوں تحریکیں معاشی مجبوریوں کی وجہ سے چلائی گئیں اور معاشی مفاد ان کا اولین مقصد ہے۔ لیکن مودودی صاحب کے پیشِ نظر معاشی مفاد کے بعد حصولِ اقتدار بھی ہے وہ تحریکِ پاکستان کی اس لئے مخالفت کرتے رہے کہ لوگوں نے جناح صاحب کو اپنا قاید کیوں مان لیا ہے۔ اور اب ان کی پوری جد و جہد اس میں صرف ہو رہی ہے کہ ملک کا اقتدار ان کے ہاتھ میں آجائے۔ اس کے لئے انہوں نے "کتاب و سنت" کو آڑ بنا رکھا ہے۔ پہلی چیز تو یہ کہ ملک کا کوئی دستور کتاب و سنت کے مطابق تسلیم نہیں کیا جا سکے گا جب تک وہ مودودی صاحب کی منشا کے مطابق نہیں ہوگا۔ اور جب دستور کتاب و سنت کے مطابق بنے گا تو اس کے چلانے کے لئے صالحین کی ضرورت ہوگی اور اس بات کو وہ کھلے کھلے الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے ملک کے صالحین کو چن چن کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن و سنت کی منشا کو سمجھتے ہیں اور یہی ہیں جو سیرت و کردار کے اعتبار سے اسلامی دستور کو چلانے کے اہل ہیں۔ یہ ہے ان کی تکنیک جس کی رو سے وہ ملک کے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس کی بابت وہ بار بار اعلان کر چکے ہیں اور اعلان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاتھ میں اقتدار دینے کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ مصر میں اخوان المسلمین کے ہاتھوں سے ہوا اور جو انڈونیشیا میں دار الاسلام کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے، وہی کچھ یہاں ہوگا۔

> خدا عدو کو بھی یہ خواب بد نہ دکھلائے
> قفس کے سامنے جلتا تھا آشیاں اپنا

مراکشی مذاکرات

"آنچہ دانا کند کند ناداں" کے مصداق فرانس نے بالآخر مراکشی وطن پرستوں سے مذاکرات کی طرح ڈال دی ہے۔ اس مظلوم اور بدقسمت سرزمین میں گذشتہ تین سال سے جو خوں ریز ہنگامے ہو رہے ہیں اور ان میں ہزاروں مجاہدینِ آزادی کام آچکے ہیں، ان کی علت اس سے زیادہ کچھ نہ تھی کہ فرانس نے مذاکرات پر فوجی قوت کو ترجیح دی۔ یہ درست ہے کہ مراکش پسماندہ ملک ہے اور اس کے باشندے بے دست و پا ہیں اور فرانس بڑی آسانی سے توپیں لے کر اُن پر چڑھ کے آسکتا ہے لیکن قوموں کی قسمتوں کے آخری فیصلے توپوں سے نہیں ہوتے۔ جب غلام قوموں کا خون گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے تو توپوں کی آگ اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ تاریخِ انسانیت اس کی شہادت سے بھری پڑی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فرانس نے یہ سبق قطعی طور پر سیکھ لیا ہے لیکن اسے اتنا پتہ ضرور چل گیا ہے کہ وحشت اور بربریت سے ہر میدان نہیں جیتا جا سکتا۔ اگر وہ اس پر کاربند رہا تو اس کا نتیجہ مراکش کے حق میں بھی اچھا نکلے گا۔ اور اس کے اپنے حق میں بھی۔

مراکشی وطن پرستوں کا ایک اساسی مطالبہ یہ ہے کہ سابق سلطان بن یوسف کو جنہیں دو سال سے فرانس نے معزول کر رکھا ہے اور اب وہ مڈغاسکر میں نظر بند ہیں، بحال کیا جائے اور اُن کی بحالی کے بعد مراکش کی آزادی کے سلسلہ میں مذاکرات شروع کئے جائیں۔ مراکش میں آباد فرانسیسیوں نے اس مطالبہ کی یہاں تک مخالفت کی کہ انہوں نے قانون تک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اہلِ مراکش سے براہِ راست جنگ چھیڑ دی۔ اس صورتِ حال کو موجودہ سلطان بن عرفہ نے یہ کہہ کر اور نازک بنا دیا ہے کہ وہ کسی کے حق میں تخت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن آزادی خواہوں کی استقامت اور پامردی کا یہ عالم رہا کہ حکومتِ فرانس بالآخر ان کے مطالبہ کے آگے جھک گئی اور مفاہمت کی یہ صورت ابھری کہ موجودہ سلطان ابن عرفہ کو ہٹا دیا جائے اور ان کے بجائے ایک ریجنسی کونسل قائم کی جائے جو ایک قومی حکومت مرتب کرے تاکہ وہ حکومتِ فرانس سے مناسب مذاکرات شروع کرے۔ نیز سابق سلطان بن یوسف کو مڈغاسکر سے لا کر پیرس میں رکھا جائے تاکہ ان سے صلاح مشورہ کیا جا سکے۔ ابتداءً اہلِ مراکش کو یہ مطالبہ منظور نہیں تھا کیونکہ وہ اس سابق سلطان کو تخت پر متمکن دیکھنا چاہتے تھے جو قومی مطالبات میں ان کا ساتھ دیتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے اس مفاہمت کو منظور کر لیا ہے۔ خود ابن یوسف نے بھی اس صورتِ حال کو قبول کر لیا ہے۔ گویا اب کارِ شر کی صورت ابن عرفہ کی ضد ہے۔ لیکن فرانس اور مراکش دونوں ان کے خلاف ہوں تو ان کے تخت پر متمکن رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ از بس غنیمت ہے کہ فرانس اور مراکش اس تجویز پر متفق ہو گئے ہیں اور مذاکرات کے لئے فضا سازگار ہو گئی ہے۔ حکومتِ فرانس اور وطن پرستوں کے نمایندے مڈغاسکر میں معزول سلطان سے ملاقاتیں بھی کر چکے ہیں۔ لیکن مذاکرات کی کامیابی کے لئے یہی کافی نہیں۔ اس سلسلہ میں وقت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر وزیرِ اعظم نے از خود ۱۲ ستمبر کی حد مقرر کر دی تھی کہ اس تاریخ تک جملہ مبادیات طے کر لی جائیں گی۔ گویا فرانس کو اس کا احساس ہے لیکن یہ احساس کس حد تک ہے اس کا صحیح پیمانہ مذاکرات کی رفتار ہوگی۔ اگر فرانس نے نیک نیتی اور خلوص سے اہلِ مراکش سے تصفیہ کرنے کی کوشش کی تو امن و اطمینان سے جملہ مراحل طے ہو جائیں گے ورنہ اہلِ مراکش فرانس کے رویے

اس قدر بددل ہو چکے ہیں کہ ذرا سی تاخیر روا رکھی گئی تو خطرہ ہے کہ ہنگامے شروع ہو جائیں گے اور اگر اب یہ سلسلہ شروع ہوا تو اس آگ کے شعلے فرانس کو اپنی لپیٹ میں لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

لیکن مسلمانوں کی بے بسی (یا بے حسی) ملاحظہ ہو کہ ایک خطۂ زمین میں ان کے بے کس و مظلوم بھائیوں پر وحشیانہ مظالم ہوتے رہے اور ان کی اتنی اتنی بڑی سلطنتیں بیٹھی منہ تکتی رہیں اور ان میں سے کسی کا ہاتھ بھی اُٹھ کر فرانس کے گلے تک نہ پہنچ سکا۔

پنڈت نہرو اور گوآ

گوآ پنڈت نہرو کے گلے میں کچھ اس طرح اٹک گیا ہے کہ نہ وہ اسے نگل سکتے ہیں نہ اُگل سکتے ہیں۔ عین اس حال میں کہ انہیں یقین تھا کہ انہیں اشارہ کرنے کی ضرورت ہے کہ پرتگال ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا، پرتگال نے نہ محض انہیں مشکور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ عیسائی دُنیا جن میں برطانیہ اور امریکہ بھی شامل ہیں، کی رائے عامہ کو ہندوستانی استعماریت کے خلاف ابھار دیا۔ مزید برآں پرتگال نے ہندوستان کو یہاں تک کہہ دیا کہ چونکہ گوآ پرتگال کا حصہ ہے اس لئے نہ اس کے انتقال کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ انتقال کے لئے باشندوں سے استصواب کرنے کا۔ پنڈت کو اس پر تاؤ آیا لیکن اقوامِ مغرب کے مقابلے میں وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ان کے زرخیز دماغ نے پُرامن ستیہ گرہ کی تجویز سوچی۔ یہ تجویز انہوں نے "فرقہ پرست" ہندو جماعتوں کے سپرد کر دی اور خود پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ گوآ کے باشندے ہی پرتگال سے آزادی کے خواہشمند ہیں اور وہی گوآ پر پُرامن چڑھائی کر کے اسے آزاد کرائیں گے۔ اس کے مطابق ستیہ گرہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ گذشتہ سال ہندوستان کی آزادی کے دن گوآ پر چڑھائی کی گئی۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اب کے پھر ۱۵ر اگست کو وہی کھیل کھیلا گیا۔ ہرچند پنڈت جی نے دنیا بھر کو یہ یقین دلایا تھا کہ ستیہ گرہ اہلِ گوآ کی طرف سے ہوگا، عملاً دنیا بھر نے دیکھ لیا کہ ہزاروں ہندو رضاکار ہندوستان کی سرحد پار کر کے گوآ میں داخل ہو گئے۔ اس سے پنڈت جی کے پروپیگنڈے کی قلعی کھل گئی۔

۱۵ر اگست سے پہلے پنڈت جی نے یہ بھانپا کہ کمیونسٹ گوآ کی ستیہ گرہ کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کانگریسیوں کو انفرادی حیثیت سے ستیہ گرہ میں شریک ہونے کی اجازت دیدی۔ لیکن جب ۱۵ر اگست کو یہ حقیقت دنیا بھر پر واضح ہو گئی کہ یہ سارا طوفان ہندوستان کا پیدا کردہ ہے اور اہلِ گوآ نے اس میں مطلقاً کوئی دلچسپی نہیں لی تو انہوں نے بدنامی سے بچنے کے لئے کانگرس سے ستیہ گرہ کی مذمت میں قرارداد منظور کرا دی۔ یہ قرارداد منظور کرا کے انہوں نے یہ تاثر پیدا کرنا چاہا کہ ان کی حکومت اور ان کی پارٹی (کانگرس) ستیہ گرہ کی مؤید نہیں۔ البتہ غیر سرکاری طور پر کچھ لوگ ستیہ گرہ کر رہے ہیں۔ وہ نہ حکومت کے ایما پر ایسا کر رہے ہیں نہ حکومت انہیں اس سے باز ہی رکھ سکتی ہے۔ کانگرس کے اس فیصلے کے حق میں وہ یہ دلیل بھی پیش کر رہے ہیں کہ حکومت ہند نے گوآ کی سرحدوں کو بند کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کی طرف سے رضاکاروں کے گوآ میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پنڈت جی کے کردار کا یہ ایک اور تضاد ہے۔ انہوں نے ستیہ گرہیوں کی مدد کے لئے گوآ کی ناکہ بندی شروع کی۔ اور اس طرح جب سرحدات کے راستوں کو بند کر دیا تو اس سے یہ استنباط کیا کہ اب ستیہ گرہیوں کے گوآ میں داخل ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا حالانکہ جو کام ستیہ گرہی نہیں کر سکے وہ پنڈت جی ناکہ بندی سے کرنا چاہتے ہیں۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر پنڈت جی ستیہ گرہ کے حق میں نہیں تو وہ کس بنا پر ناکہ بندی کو جائز سمجھتے ہیں۔ آخر گوآ کی ہندوستان سے لڑائی تو نہیں ہو رہی کہ نوبت ناکہ بندی تک پہنچ جائے؟

عالمگیر مخالفت کو دیکھ کر پنڈت جی طرح طرح کی مذبوحی حرکات کر رہے ہیں۔ پہلے وہ گوآ کو اس لئے آزاد کرانا چاہتے تھے کہ گوآ ہندوستان کا حصہ ہے اور اہلِ گوآ ہندوستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ بعد میں انہوں نے اس مؤقف میں یہ تبدیلی پیدا کی کہ اگر گوآ ہندوستان سے الحاق کرے تو گوآ کی خصوصی پوزیشن کا لحاظ رکھا جائے گا اور اہلِ گوآ کو مناسب مراعات دی جائیں گی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان گوآ پر اپنا حق تو نہیں سمجھتا البتہ اسے پھانسنے کے لئے چکمے دے رہا ہے۔ اب وہ یہ نہیں کہتے کہ گوآ ہندوستان کا حصہ ہے لہٰذا اسے ہندوستان میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہندوستان گوآ کو استعماریت سے نجات دلوانا چاہتا ہے۔ لہٰذا پرتگال کو گوآ سے نکلوا دینے کے بعد اہلِ گوآ خود فیصلہ کر لیں گے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ یہ علانیہ اعتراف ہے اس حقیقت کا کہ ہندوستان کو اہلِ گوآ کی تائید حاصل نہیں۔ اس تائید کے بغیر ہندوستان کا پرتگال کے خلاف سارا مقدمہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ پہلو بدل بدل کر اس کے خلاف کارروائی کر رہا ہے۔ آیا پرتگال کی گوآ میں موجودگی استعماریت ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ اہلِ گوآ ہی کر سکتے ہیں ہندوستان کو یقیناً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ گوآ کی طرف سے فیصلے کرے اور اس کی لڑائی لڑے۔

گوآ کے بارے میں ہندوستان کے لئے ایک اور مشکل آ پڑی ہے۔ وہ جس انداز سے گوآ کو "آزاد" کرا رہا ہے اس کا براہ راست اثر کشمیر پر پڑ رہا ہے۔ اگر گوآ کے خلاف ستیہ گرہ روا ہے اور حکومت ہندوستان ستیہ گرہیوں کو روکنے کی مجاز نہیں تو کشمیر کو ہندوستان کے چنگل سے چھڑوانے کا راستہ بھی صاف ہو جاتا ہے۔ پاکستانی آزاد کشمیر کے باشندے اور مقبوضہ کشمیر کے مہاجر (جو کہ مقبوضہ کشمیر کے باشندے) بھی کشمیر کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کی مثال کو سامنے رکھ کر انہوں نے بھی یہ مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے خلاف پُرامن تحریک جاری کی جائے۔ پاکستان کے اس اندازِ فکر سے پنڈت نہرو بوکھلا سے گئے ہیں۔ وہ پاکستان سے براہِ راست تو درخواست نہیں کر سکتے کہ وہ گوآ سے نتائج مرتب کر کے کشمیر پر ان کا اطلاق نہ کریں، لیکن انہوں نے "بنڈونگ کانفرنس" کے شرکاء سے شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے بنڈونگ کی روح کو نظر انداز کر دیا ہے اور گوآ کے معاملہ میں ہندوستان کا ساتھ نہیں دیا۔ یہ شکوہ دراصل پاکستان سے ہے۔ لیکن پنڈت جی کو یہ شکایت اپنے آپ سے کرنی چاہیئے۔ انہوں نے گوآ کی تحریک شروع کرا کے اور طرح طرح کے بیانات دے کر پاکستان کو کشمیر کو آزاد کرانے کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اب ہندوستان کو ...... یہ فکر دامن گیر ہو گئی ہے کہ پاکستان کشمیر میں وہ کچھ نہ کر گزرے جو وہ گوآ میں کر رہا ہے۔ ایسا ہو گیا تو ہندوستان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا اور پاکستان کو سات سال کے کشمیری تعطل کو توڑنے کا عمدہ موقع مل جائے گا۔

لیکن اس میں اصل نقطہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو گوآ میں وہ کچھ کرنے کی ہمت کیوں نہیں ہو رہی جو کچھ وہ جوناگڑھ، حیدر آباد، اور کشمیر میں کر گزرے تھے! اس لئے کہ گوآ کے پیچھے پرتگال ہے اور ان علاقوں کے پیچھے پاکستان تھا! اس میں ہمارے لئے سامانِ ہزار عبرت ہے۔

لیکن کیسے؟

محترم چوہدری محمد علی صاحب نے قائداعظم کی برسی کی تقریب پر ۱۱ر ستمبر کی شام (کراچی کے ایک عام جلسہ میں تقریر فرمائی۔ جس وقت یہ پرچہ پریس میں جا رہا ہے اس وقت تک ہمیں اس تقریر کا اردو میں) پورا متن نہیں مل سکا اس لئے اس وقت اس کے متعلق تفصیلی تبصرہ ممکن نہیں۔ البتہ اس میں ایک ٹکڑا ایسا ہے جو فوری توجہ کا محتاج ہے۔ انہوں نے عوام سے کہا کہ "انہیں اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اقتدار کے بھوکے اور مفاد پرست لیڈروں کو نکال باہر کریں"۔ یہ تجویز بڑی معقول ہے کیونکہ عوام کے جذبات کی صحیح صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پبلک یہ کچھ کرے کس طرح حکومت نے ایک مشینری وضع کر رکھی ہے جس کی رُو سے وہ جس لیڈر کو چاہے اقتدار کی کرسی پر بٹھا دیتی ہے۔ لیکن پبلک کے پاس کوئی ایسی قوت نہیں جس سے وہ اس لیڈر کو مسندِ اقتدار سے الگ کر دے۔ مثلاً (اور یہ مثال ہم محض اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ یہ تازہ ترین واقعہ ہے اور خود چوہدری صاحب کے عہد حکومت میں ظہور پذیر ہوا ہے) حکومت نے چاہا کہ مسٹر چندریگر کو مرکزی کابینہ کا وزیر بنایا جائے۔ چنانچہ انہیں بلایا اور وزیر بنا دیا۔ پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ انہیں مجلس دستور ساز کا رکن بھی بنایا جائے۔ اس کے لئے انہیں مسلم لیگ کا ٹکٹ دیدیا گیا اور اس طرح وہ مجلس آئین ساز کے رکن بن جائیں گے۔ یہ تو ہے لیڈروں کو با اقتدار بنانے کا طریقہ۔ اب آپ یہ فرمایئے کہ اگر پبلک یہ سمجھے کہ ان میں سے فلاں فلاں لیڈر اقتدار کا بھوکا اور مفاد پرست ہے، تو وہ کیا طریقہ اختیار کرے جس سے وہ ان لیڈروں کو نکال باہر کرے؟ پبلک کو وہ طریقہ بتایئے اور پھر دیکھئے کہ موجودہ لیڈروں میں سے کتنے باہر نکالے جاتے ہیں۔ پبلک تو اس دن کا شدت سے انتظار کر رہی ہے جس دن اسے کوئی یہ بتائے کہ مفاد پرست

تاریخی شواہد

حضرت ابراہیم علیہ السلام

گذشتہ صفحات میں اُن انبیائے کرام (علیہم السلام) کا تذکرہ ہماری نگاہوں سے گزرا ہے جن کی دعوت رشد وہدایت کا سلسلہ اپنی اپنی قوم تک محدود رہا۔ لیکن، جیسا کہ متعدد مقامات میں بیان کیا جا چکا ہے، اسلام تمام نوع انسانی کا دین ہے۔ اس لئے اس کا حلقۂ تخاطب عالمگیر ہے۔ زیر نظر باب میں اس جلیل القدر ہستی کا تذکرۂ جمیلہ ہمارے قلب و نگاہ کے لئے وجہ شادابی بنے گا جس کے مقدس ہاتھوں اسلام کی اس آفاقیت اور عالمگیریت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ ذاتِ گرامی قدر، پیکر خلت و صداقت، حضرت ابراہیمؑ کی ہے جنہیں مشیت ایزدی نے اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب کیا کہ قیامت تک کے لئے نبوت و رسالت کی نعمت عظمیٰ آپ کی ذریت سے باہر نہ گئی۔ اس شجر مقدس کی ایک شاخ طوبیٰ حضرت عیسیٰ تک منتج رہی تو دوسری شاخ سے وہ گُل سرسبد تبسم فشاں ہوا جس پر نور و نکہت کی تمام رعنائیاں اپنے اوج کمال تک پہنچ کر ختم ہو گئیں اور جس کی جلوہ فرشیاں اور عنبر فشانیاں زمان و مکان کی حدود و قیود سے بے نیاز ہو کر قیامت تک کے لئے زینت دو محفلِ انسانیت قرار پائیں۔ (اس نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملت، ملت ابراہیمی، اور امت، امتِ حنیفہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ کیونکہ دنیا میں خاندان، توحید پرستی کے مؤسس اوّل اور مورث اعلیٰ حضرت خلیل اکبر (ابراہیمؑ) ہی ہیں۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اس سلسلۂ نبوت و رسالت کی ایک برگزیدہ کڑی تھے جس کے تذکرہ کی ابتدا حضرت نوحؑ سے کی گئی ہے۔

وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (۳۷/۸۳)

اور یقیناً نوح کے) گروہ میں سے ابراہیم بھی تھا۔

آپ کا زمانہ حضرت نوحؑ کے بعد اور حضرات اسحٰقؑ و یعقوبؑ سے پہلے ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (۶/۸۵)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور (اسحاق کا بیٹا) یعقوب دیا۔ ہم نے سب کو راہ راست دکھائی وہی راہ راست جو نوح کو دکھا چکے ہیں اور ابراہیم کی نسل میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون کو بھی یہی راہ دکھائی) ہم اسی طرح حسن عمل کرنے والوں کو ان کے حسن عمل کا بدلہ دیتے ہیں۔

اس لئے حضرت یوسفؑ سے بھی پہلے، چنانچہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ (۱۲/۳۸)

میں نے اپنے باپ دادوں یعنی ابراہیم اور اسحٰقؑ اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی ہے۔

توریت کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ کی آٹھویں[1] پشت میں نحور پیدا ہوئے جو حضرت ابراہیمؑ کے دادا تھے ان سے یہ سلسلہ اس طرح آگے بڑھا۔

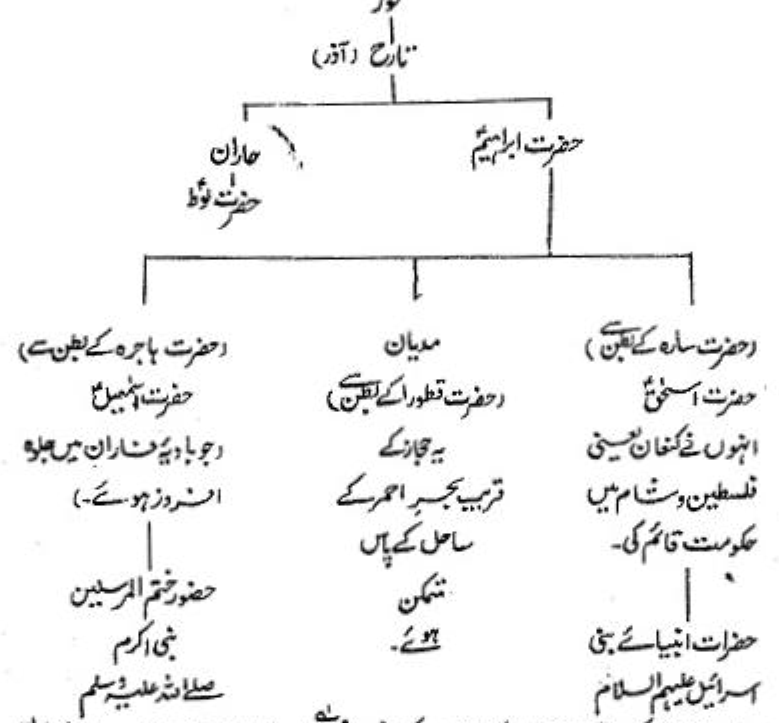

حضرت ابراہیمؑ کے والد کا خاندان، کلدانیوں کے شہر اُور[2] میں آباد تھا۔ کلدانیوں (بابل) کا تمدن تاریخ کے اوراق پر ابھرے ہوئے حروف میں نظر آتا ہے۔ توریت میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں عراق اور شام کی باہمی جنگ کا قصہ مذکور ہے۔ جس میں شنعار (بابل) کے بادشاہ کا نام امرافیل درج ہے۔ قیاس ہے کہ یہ بادشاہ وہی ہے جو حمورابی کے نام سے مشہور ہے اور جس کے قوانین بابل کے مینارہ پر کندہ ملے ہیں اس قیاس کی رُو سے حضرت ابراہیمؑ کا عہد (۲۲۰۰ ق۔م) قرار دیا جا سکتا ہے ان کی قوم بُت پرستی اور ستارہ پرستی میں مشہور تھی۔ خود حضرت ابراہیم کے والد ایک بہت بڑے پجاری (آذر) تھے۔ بہذا جن موروثی اثرات کو لئے ہوئے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور جس ماحول میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی، علم النفس (PSYCHOLOGY) کے اصول کی رُو سے آپ کو انہی معتقدات کا حامل ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن ایک نبی اور عام انسانی بچے میں بنیادی فرق ہوتا ہے۔ عام انسانی بچہ اپنے موروثی اثرات اور نقوش اور ماحول کی تعلیم و تربیت کی تخلیق ہوتا ہے لیکن جسے اللہ تعالیٰ مقام نبوت کے لئے مختص کرتا ہے وہ ان خارجی اثرات سے غیر متاثر رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بتوں کی آغوش کا پروردہ یافتہ بچہ دُنیا میں سب سے بڑا بُت شکن ثابت ہوا۔ اور یہی بُت شکنی صرف مٹی اور پتھر کے محسوس و مرئی بتوں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ ایک ایسے زمانہ میں، جبکہ انسانی نگاہ محسوسات کی چار دیواری سے باہر بمشکل جاتی تھی، تیشۂ ابراہیمیؑ نے اعماق قلب میں چھپے ہوئے غیر محسوس و غیر مرئی بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور یوں دنیا میں خالص اور سچی توحید کے عملی پیکر کی حیثیت سے ملت موحدہ کے مؤسسِ اوّل قرار پائے۔ لیکن یہ دعوت توحید کچھ آسان کام نہ تھا اس میں تو۔ ؏

صد منزل است و منزل اوّل قیامت است

اس دعوت کے معنی یہ تھے کہ ساری دنیا کی مخالفت مول لے لی جائے لیکن اس مخالفت سے ان کے جوہر خودی کی اور بیداری ہوتی تھی۔ یہ تصادم درحقیقت اس امر کے پرکھنے کے مواقع تھے کہ ان کی صلاحیتیں کس حد تک بیدار ہو چکی ہیں اور ان کے عزم میں کس حد تک پختگی آ چکی ہے۔ اس کے متعلق سورۂ بقرہ میں ہے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (۲/۱۲۴)

جب اللہ نے ابراہیم کے لئے اس کی مضمر صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع بہم پہنچائے تو معلوم ہوا کہ اس کی یہ صلاحیتیں تکمیل پا چکی ہیں۔

---

[1] توریت کے بیان کے مطابق یہ سلسلہ یوں قائم ہوا تھا (حضرت) نوحؑ۔ سام ارفکسد۔ سلح۔ عبر۔ فلج۔ رعو۔ سروج۔ نحور۔ تارح۔ حضرت ابراہیمؑ۔

[2] خود اُور کے معنی شہر یا بستی کے ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ تورات کے اُور سے مراد بابل وغیرہ کوئی بڑا شہر ہو۔ کتاب پیدائش میں ہے۔ "اور تارح نے اپنے بیٹے ابرام اور اپنے پوتے لوط کو جو اپنے بیٹے حاران کے بیٹے کو اور اپنی بہو سرّی اپنے بیٹے ابرام کی جورو کو لیا اور اُن کے ساتھ کسدیوں کے اُور سے روانہ ہوئے کہ کنعان کے ملک میں جائیں اور وہ حاران تک آئے اور وہاں رہے۔" (پیدائش ۱۱/۳۱)

اسلام کی سرگزشت

گذشتہ اشاعتوں میں عربوں کی حیاتِ عقلیہ کے ضمن میں زبان، شعر اور ضرب الامثال سے گفتگو کی جارہی تھی۔ ضرب الامثال سے متعلق گفتگو ہنوز جاری ہے

اس کے بعد اگر ہم ان ضرب الامثال پر غور کریں جو جاہلی عربوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو ان میں بعض ضرب الامثال ایسی ملیں گی جو نہایت ہی بیہودہ ہوں گی ان کو سُن کر تمہارے ہونٹوں پر استہزاء کا تبسم کھیلنے لگے گا۔ مثال کے طور پر اپنی ضرب الامثال کو لے لیجئے جنہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جن میں سے بعض ضرب الامثال تو تعبیر کے لحاظ سے نہایت ہی کم درجہ کی ہیں اور بعض ضرب الامثال کے الفاظ قبیح بلکہ فحش ہیں۔ بعض ضرب الامثال میں زندگی کے متناقض نظریات بیان ہوتے ہیں مثلاً سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ (کُتّے کو موٹا کرو تو وہ تمہیں ہی کھا جائے گا) اور سَمِّنْ كَلْبَكَ يَتْبَعْكَ (کتّے کو موٹا کرو تو وہ تمہارے پیچھے پیچھے دوڑے گا)۔ زیادہ تر ضرب الامثال صحیح تجربہ کا اور حکیمانہ پُر اطمینان غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً أَخُو الظَّلْمَاءِ أَعْشَى بِاللَّيْلِ (ہمیشہ تاریکی میں رہنے والا رات کو بھی چندھیا جاتا ہے) اور إِنَّ مِنَ الحَسَنِ شِقْوَةً (حسن بعض مرتبہ بدبختی بن جاتا ہے) اور أُمُّ الصَّقْرِ مِقْلَاتٌ نَزُورٌ (شکاری پرندہ (شکرا) کے بچے بہت ہی کم زندہ رہا کرتے ہیں) اور تَجُوعُ الحُرَّةُ وَلَا تَأْكُلُ بِثَدْيَيْهَا (شریف عورت بھوکی رہتی ہے مگر اپنے پستانوں کو ذریعۂ معاش نہیں بناتی) اور التَّمْرَةُ إِلَى التَّمْرَةِ تَمْرٌ (کھجور کھجور کی طرف جائے تو کھجور ہی ہے) الثَّكْلَى تُحِبُّ الثَّكْلَى (مصیبت زدہ عورت مصیبت زدہ عورت ہی کو پسند کرتی ہے) اور الحَرْبُ أَيِّمَةٌ (جنگ بیوہ عورت ہے) اور بِئْسَ العِوَضُ مِنْ جَمَلٍ قَيْدُهُ (اونٹ کے بدلے میں اس کی رسّی رہ جانا کوئی اچھا معاوضہ نہیں) بَيْنَهُمْ دَاءُ الضَّرَائِرِ (ان کے درمیان میں سوکنوں کی بیماری ہے) .... اور تری الفِتْيَانَ كَالنَّخْلِ وَمَا يُدْرِيكَ مَا الدَّخْلُ (جوانوں کو تم کھجور کے درختوں کی طرح اونچے اونچے دیکھو گے مگر تمہیں کیا معلوم کہ ان میں عیب کیا ہوتا ہے) .... الخ

واقعہ یہ ہے کہ ادب کی اس قسم میں عربوں نے بڑی عمدگی سے کام لیا ہے اور ہمارے لئے ایسی ایسی ضرب الامثال چھوڑ گئے ہیں جن سے ہمیں اشعار اور قصّوں کہانیوں سے کہیں زیادہ ان کی عقلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بظاہر اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرب الامثال ان کے مزاج عقلی سے زیادہ مطابقت رکھتی تھیں۔ ان کا مزاج عقلی ہشیار اور مقامی حیثیت سے نظر ڈالتا ہوتا تھا نہ کہ کلی اور مجموعی حیثیت سے۔ ایک ضرب المثل کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ دنیا اور دنیوی حالات کے احاطہ کے بعد کہی جائے۔ نہ ہی اس کے لئے وسعتِ خیال اور عمیق غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ زندگی کے معاملات میں سے کسی خاص معاملہ کے متعلق محض ایک مقامی تجربہ درکار ہوتا ہے۔

ان ضرب الامثال سے ہمیں عربوں کی اجتماعی زندگی کے متعلق وہ چیزیں مل جاتی ہیں جن کا اجمالی تذکرہ ہم نے پہلے کر دیا ہے۔ ان ضرب الامثال کے مجموعہ پر نظر ڈالنے سے جو عورت کے بارہ میں کہی گئی ہیں ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کی نظروں میں عورت کا مرتبہ کس قدر پست ہوتا تھا۔ اقتصادی زندگی سے متعلق جو ضرب الامثال کہی گئی ہیں ان سے اس ملک کے فقر اور قحط زدگی کا پتہ ملتا ہے۔ اگر ہم تفصیل سے ان تمام ضرب الامثال کو بیان کریں جو ہر ہر باب میں کہی گئی ہیں اور ان کے نتائج پر روشنی ڈالنا شروع کر دیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ ان ضرب الامثال کا مطالعہ "امثال المیدانی" اور ابوہلال عسکری کی "جمہرۃ الامثال" اور مفضل ضبی کی "الامثال" میں فرما لیں۔ یہ تو ہم نے آپ کو بتا ہی دیا ہے کہ ان ضرب الامثال پر کس جہت سے نظر ڈالنی چاہیئے۔

دو چیزیں اور بھی ہیں جو ضرب الامثال ہی کے حکم میں ہیں اور حیاتِ عقلیہ کا پتہ لگانے میں ان کی بڑی قیمت ہے۔ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنفین نے ان پر کافی توجہ نہیں دی۔ چنانچہ ضرب الامثال کی طرح نہ اُن کو انہوں نے جمع کیا اور نہ ترتیب دی بلکہ کتابوں میں ہیں یونہی کہیں کہیں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی مل جاتی ہیں۔

اول (پہیلیاں) اور چیستانیں۔ مثلاً لوگوں کا بیان ہے کہ ایک دن عبید بن الابرص اور امرؤ القیس جمع ہوئے تو عبید نے اس سے کہا کہ عجیب و غریب باتوں (اوابد) کے متعلق تمہاری پہچان کیسی ہے؟ امرؤ القیس نے کہا جو تمہارا جی چاہے کہو تم مجھے ویسا ہی پاؤ گے۔ جیسا کہ تم چاہتے ہو۔ چنانچہ عبید نے کہا ؎

وہ زندہ، مردہ چیز کونسی ہے جو اپنی مردہ نعش کو لیکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کھردری ہوتی ہے۔ نہ اس کے دانت ہوتے ہیں نہ ڈاڑھیں؟

تو امرؤ القیس نے جواب دیا۔

"یہ جَو کا دانہ ہے جو اپنی بال میں ہی حاصل کرتا ہے، اور عرصہ تک رہنے کے بعد اپنے بھوسے کے پھولنے سے نکال دیتا ہے"

اس کے بعد عبید نے کہا ؎

وہ سفید چیزیں اور سیاہ چیزیں کونسی ہیں جن کا نام ایک ہی ہے لیکن آدمی ان کو چھو نہیں سکتے؟

تو امرؤ القیس نے جواب دیا

"یہ بادل ہیں جب خدا انہیں پیدا کر دے اور ان سے لاغر اور خشک زمینوں کو سیراب کرے"

یہ قصہ بڑا لمبا ہے اور اس میں اسی طرح کے سوال جواب ہوتے چلے گئے ہیں۔

اور مثلاً وہ قصہ جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امرؤ القیس نے قسم کھائی تھی کہ وہ کسی عورت سے اس وقت تک شادی نہیں کرے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لے کہ آٹھ۔ چار اور دو کیا ہوتے ہیں۔ اس نے مختلف عورتوں کو پیغام دینے شروع کئے لیکن جب اُن سے یہ سوال کرتا تو وہ سب یہی جواب دیتیں کہ آٹھ۔ چار اور دو چودہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دن کہیں جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہو گئی جو اپنے ساتھ اپنی ایک چھوٹی لڑکی کو سوار کئے ہوئے لیجا رہا تھا لڑکی نہایت ہی حسین تھی، ایسی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو۔ یہ لڑکی امرؤ القیس کو بہت پسند آئی۔ اس نے اس لڑکی سے پوچھا۔ لڑکی! آٹھ، چار، دو کیا ہوتے ہیں؟ تو لڑکی نے جواب دیا کہ آٹھ کُتیا کے تھن ہوتے ہیں۔ اور چار اونٹنی کے تھن ہوتے ہیں اور دو عورت کے پستان ہوتے ہیں۔" امرؤ القیس نے فوراً اس کے باپ کو شادی کا پیغام دے دیا۔

ہم نے یہ دونوں مثالیں اس لئے بیان نہیں کی ہیں کہ ہم ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی عہد کی بناوٹ کا اثر اُن پر عیاں طور سے نظر آ رہا ہے۔ پہلی مثال میں یہ مصرعہ موجود ہے ؎

تِلْكَ السَّحَابُ إِذَا الرَّحْمٰنُ أَنْشَأَهَا

"یہ بادل ہیں جب خدا انہیں پیدا کر دے"

اور اس کے بعد یہ شعر بھی موجود ہے۔

تِلْكَ المَوَازِينُ وَالرَّحْمٰنُ أَرْسَلَهَا

رَبُّ البَرِيَّةِ بَيْنَ النَّاسِ مِقْيَاسًا

"یہ اوزان ہیں جنہیں خدا نے بھیجا ہے جو ساری مخلوق کا پروردگار ہے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اندازہ کرنے کی چیز بن جائیں۔"

(یہ الفاظ اپنے منہ سے پکار رہے ہیں کہ اسلامی عہد میں کہے گئے ہیں امرؤ القیس کے عہد سے ان کا کوئی تعلق نہیں)۔ علاوہ ازیں اشعار نہایت کمزور اور پھسپھسے ہیں۔ بلکہ ان کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد صرف اتنا تھا کہ ہم یہ بتا دیں کہ پہیلیوں اور چیستانوں سے ہمارا مطلب کیا ہے؟ اس قسم کی پہیلیاں اکثر کتابوں میں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ مثلاً "امالی القالی" جاحظ کی "الحیوان" "ابن الاثیر کی "المثل السائر" اور امثال المیدانی وغیرہ۔ اگر یہ تمام پہیلیاں اور چیستانیں جمع کر لی جائیں اور اُن پر غور کیا جائے تو عربوں کے تخیل کے گوشوں میں سے ایک خاص گوشہ پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔

اسلامی معاشرت
قیمت دو روپے

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی

باب دوم [مسلسل]

اس کے بعد ارشاد ہے،

آرزو را در دلِ خود زندہ دار
تا نہ گردد مشتِ خاکِ تو مزار

اگر تو چاہتا ہے کہ تیری مشتِ خاک تیری زندگی کی موت کی مظہر نہ بن جائے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تو اپنے دل میں آرزو کو زندہ رکھ۔ اس لئے کہ آرزو کے مرجانے سے دل مُردہ ہوجاتا ہے اور دل کی موت خودی کی موت ہے۔ اس کے بعد انسان محض طبعی طور پر جیتا ہے لیکن وہ درحقیقت ایک چلتی پھرتی لاش سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

آرزو جانِ جہانِ رنگ و بواست
فطرتِ ہر شے امینِ آرزو است

یہ کائنات یہ جہانِ رنگ و بو۔ یہ گوناگوں جاذبیتوں کی دنیا کیا ہے۔ یہ سب آرزو کے مظاہر ہیں اور ہر شے کی فطرت درحقیقت آرزو کی امین ہے۔

از تمنا رقصِ دل در سینہ ھا
سینہ ھا از تابِ او آئینہ ھا

یہ آرزو ہی کی حرارت ہے جس سے انسان کے سینہ میں اس کا دل رقصاں وجنباں رہتا ہے۔ اور یہ آرزو ہی کی روشنی ہے جس سے انسان کا سینہ، آئینہ بن جاتا ہے۔ انسان کے جذبات کا سوز اور حرارت بھی آرزو سے ہے اور اس کی فکر و ادراک کی روشنی بھی آرزو ہی کی رہینِ منت ہے۔

طاقتِ پرواز بخشد خاک را
خضر باشد موسئ ادراک را

آرزو انسان کے دل میں وہ توانائی پیدا کر دیتی ہے کہ یہ مادہ کی چاردیواری سے اُڑ کر باہر جاسکتا ہے اور اس کی عقل و فکر کی رہنمائی بھی آرزو ہی کرتی ہے۔

اس مقام پر حضرت علامہ نے ایک دوسرا نکتہ ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی عقل اور اس کے جذبات کا تعلق۔ عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ انسان اپنی عقل کی رُو سے فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ انسان کی عقل تو اس کے جذبات کی لونڈی ہوتی ہے۔ جذبات تو فیصلہ کرتے ہیں اور عقل کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس فیصلے کو بروئے کار لانے کے لئے اسباب و ذرائع بہم پہنچائے اور اسے جواز کے لئے دلائل تراشے۔ جوڈ کی مثال میں انسانی عقل اس کے جذبات کی اس طرح پیروی کرتی ہے جس طرح کتے کی ٹانگیں اس کی ناک کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔ انسان اپنے سامنے ایک نصب العین رکھتا ہے۔ پھر اس نصب العین کے حصول کے لئے اس کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے اور عقل اس کے لئے اسباب و ذرائع فراہم کرتی ہے۔ اس لئے حضرت علامہ نے کہا ہے کہ آرزو درحقیقت عقل کی رہنما بنتی ہے۔ لہٰذا جس قدر کسی انسان کی آرزو صحیح ہوگی اسی قدر اس کی عقل صحیح سمت کی طرف قدم اٹھائے گی۔ اگر اس کا مقصد غلط ہو تو اس کی عقل بھی غلط سمت کی طرف لیجائے گی۔

اس کے بعد کہتے ہیں

دل ز سوزِ آرزو گیرد حیات
غیرِ حق میرد چو او گیرد حیات

انسان کا قلب آرزو کی حرارت سے زندہ رہتا ہے اور جب انسان کا دل زندہ ہوجائے تو غیرِ حق پر موت طاری ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ اسی صورت میں ہوگا جبکہ انسان کے سامنے مقصد حق ہو اور اس کے حصول کے لئے اس کے دل میں تڑپ پیدا ہو۔ اگر مقصد غیرِ حق ہو تو اس مقصد کے حصول کے لئے جو آرزو پیدا ہوگی اس سے غیرِ حق کی موت نہیں ہوگی۔ لہٰذا زندگی کا بنیادی نقطہ مقصد کا حق ہونا ہے۔

بہرحال حضرت علامہ نے کہا یہ ہے کہ انسانی قلب سوزِ آرزو سے زندگی حاصل کرتا ہے

اور،

چوں ز تخلیقِ تمنا باز ماند
شہپرش بشکست و از پرواز ماند

جب انسان کے دل میں آرزوئیں پیدا ہونا بند ہوجاتی ہیں تو اس کا بازو ٹوٹ جاتا ہے اور پھر وہ اڑنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس کی زندگی اس خاک کی زندگی رہ جاتی ہے اور اسی کا نام انسانیت کی موت ہے۔

آرزو ہنگامہ آرائے خودی
موجِ بیتابے ز دریائے خودی

خودی کے ہنگامے آرزو کی بدولت ہیں۔ آرزو درحقیقت، دریائے خودی ہی کی ایک موجِ بیتاب کا نام ہے۔

آرزو صیدِ مقاصد را کمند
دفترِ افعال را شیرازہ بند

آرزو وہ جال ہے جس سے انسانی مقاصد شکار ہوتے ہیں۔ اور یہ وہی تاگا ہے جو انسانی اعمال کی شیرازہ بندی کرتا ہے۔ اعمال اس صورت میں نتیجہ خیز ہوسکتے ہیں کہ ان میں باہمی ربط و ضبط ہو اور یہ ربط و ضبط تعینِ مقصد ہی سے ہوسکتا ہے۔ مقصد کے بغیر جو سفر کیا جائے اسے آوارگی کہتے ہیں۔ ایک پاگل کے اعمال اس لئے نتیجہ خیز نہیں ہوتے کہ ان میں باہمی نظم و ضبط نہیں ہوتا اور نظم و ضبط اسی لئے نہیں ہوتا کہ اس کے سامنے کوئی متعین مقصد نہیں ہوتا۔ اس لئے اعمال کی شیرازہ بندی مقصد اور اس کے حصول کے لئے آرزو ہی کی رہینِ منت ہوتی ہے۔

زندہ را نفئِ تمنا مردہ کرد
شعلہ را نقصانِ سوز افسردہ کرد

جس زندہ انسان کے دل میں کوئی تمنا باقی نہ رہے وہ مردہ ہوجاتا ہے۔ اگر شعلہ کے اندر سے حرارت جاتی رہے تو وہ شعلہ نہیں رہتا راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔

چیست اصلِ دیدۂ بیدارِ ما
بست صورت لذتِ دیدارِ ما

ہماری دیکھنے والی آنکھ کیا ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہماری اس آرزو نے کہ ہم کسی کو دیکھیں ایک محسوس سی شکل اختیار کرلی ہے

کبک پا از شوخئ رفتار یافت
بلبل از سعئ نوا منقار یافت

چکور کو ایسے سبک اور نازک پاؤں جن سے وہ اس خوبصورتی سے محوِ خرام ہوتا ہے کس چیز نے دیدیئے! محض اس کے شوقِ رفتار نے۔ اس کی اس آرزو نے کہ میری رفتار میں نزاکت اور ندرت ہونی چاہیئے۔ اسی طرح بلبل کو اتنا خوبصورت گلا کس طرح مل گیا؟ محض اس طرح کہ اس نے اپنے سوزِ عشق سے نالہ و فغاں کی کوشش کی۔

نے برون از نیستاں آباد شد
نغمہ از زندانِ او آزاد شد

جب تک نے جنگل میں تھی اسے کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔ نمودِ خودی کی آرزو اسے جنگل سے باہر لائی۔ پھر اس کی موت، حیات میں بدل گئی۔ اس کی رگ و پے میں جو نغمہ محبوس تھا وہ آزاد ہوگیا۔ اور اس نے فضائے عالم کو معمور کردیا۔

اقبال اور قرآن ـــــ قیمت دو روپے

عورت کا قرآن

(۲۶)

اللہ تعالیٰ "نکاح" کے معاملے کو قطعی طور پر مستحکم بنانا اور اسے ہر زاویے سے ناقابلِ شکست معاہدہ بنانا چاہتا ہے۔ خدا کو یہ مطلق پسند نہیں کہ ایک "مرد" اور ایک "عورت" ایک بار جو عہدِ ازدواج کرلیں اس کو کسی معمولی سی فروگذاشت پر توڑ دیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے "نکاح" کو "میثاق غلیظ" یعنی ایک "گاڑھا اقرار" ایک "پکا قول" اور ایک "مضبوط عہد" کہا ہے۔ اور اسی لئے طلاق کا "قرآن مجید" میں کہیں پر بھی حکم نہیں دیا گیا ہے، صرف ایسا ہونے پر اس کے قوانین کا ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔

ایک غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ "مرد" کی طرح "عورت" کو، یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ آزادانہ طور پر جب اور جہاں چاہے، اپنی مرضی اور اپنی پسند سے، بلا استصواب رائے والدین یا ولی، نکاح کرے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن "نکاح" کو جب معاہدہ قرار دیتا ہے اور اس معاہدہ کے فریق "مرد" اور "عورت" ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "مرد" کو تو کسی وساطت کا پابند نہ کرے مگر "عورت" کو کردے؟ بالخصوص جبکہ اس نے ازدواجی حقوق دونوں کے بالکل مساوی قرار دیئے ہیں؟ قرآن جب خود "عورت" کی مرضی اور پسندیدگی کے بغیر والدین اور ولی کے اس حق کو تسلیم نہیں کرتا کہ وہ جہاں اور جس سے چاہیں، اپنی خواہش سے لڑکی کو بیاہ دیں تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ قرآن "عورت" کے اوپر یہ قید عائد کردے کہ وہ خود "نکاح" نہ کرسکے؟ ایسا سمجھنا قرآن کے حکم کے صریحاً خلاف ہے۔ قرآن جب یہ کہتا ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (نساء۳)

اے مسلمانو! تم کو یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم لوگ عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ۔

تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ "عورت" اپنے نکاح کی آپ مختار نہ ہو؟ تب تو یہ آیت غلط ہوگئی اور "مرد" کو یہ حق مل ہی گیا کہ وہ جس سے چاہے "عورت" کو وابستہ اور منسلک کردے؟ دراصل یہ شعبدہ بازی ہے اور قرآن غلط سمجھنے کا نتیجہ۔ "عورت" اپنے والدین اور ولی کی رضامندی اور مشورہ سے نکاح کرے، یہ انسب ضرور ہے مگر یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے کہ "عورت" والدین اور ولی کے بغیر "نکاح" کرہی نہیں سکتی۔ مالک رام نے یہ غلط سمجھا ہے کہ:

قرآن میں جہاں کہیں "مرد" کے نکاح کا ذکر ہوا ہے وہاں نَکَحَ، یَنْکِحُ کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ہیں اس نے نکاح کیا۔ مثلاً لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ (بقرہ ۲۷) "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔" دوسری جگہ لونڈیوں سے متعلق فرمایا فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ (نساء ۴) "ان سے، ان کے سرپرستوں کی اجازت سے نکاح کرلو۔" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرد اپنے نکاح میں خود مختار ہے اور وہ اپنی مرضی سے اپنا نکاح کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے بالعکس جہاں عورتوں کے نکاح کا ذکر ہے وہاں اِنْكَاحٌ (باب افعال کے صیغے استعمال ہوئے ہیں مثلاً وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (بقرہ ۲۷) اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یا وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ (نور ۴) اس سے استنباط ہوتا ہے کہ اسلام نہیں چاہتا کہ "عورت" اپنی مرضی سے اور اپنے سرپرست یا ولی سے مشورہ کئے بغیر، نکاح کرلے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ شخص اس کا باپ یا دادا ہی ہو بلکہ اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو وہ اس سے مشورہ کرے اور یہ شخص اس عورت کو کسی دوسرے مرد کے عقد نکاح میں دیدے۔

مالک صاحب کا یہ شبہ محض باب افعال کے وجہ سے ہے جو سراسر غلط ہے۔ چونکہ قرآن کے اولین مخاطب عرب تھے اور عموماً وہاں ایسا ہی ہوتا تھا کہ "عورت" کی طرف سے کوئی "مرد" ہی وکالتاً عورت کا نکاح کراتا تھا۔ اس لئے قرآن نے بیان واقعہ کے طور پر باب افعال کے صیغے استعمال کئے ہیں۔ لیکن یہ قانون نہیں ہوگیا کہ اگر عورت بلا واسطہ ولی نکاح کرانا چاہے تو وہ کرہی نہیں سکتی۔ ایسی ممانعت قرآن میں اشارۃً و کنایتاً بھی نہیں ہے صراحتاً کہاں سے ہوگی۔ اور جب تک اس کا ثبوت قرآن سے نہ ملے مالک رام یا کسی صاحب کا قیاس و خیال حجت نہیں ہوسکتا۔ مالک رام بھی غالباً شبہے میں تھے کیونکہ فرماتے ہیں:۔

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ "نکاح" کے معاملے میں "عورت" کو ولی کی رضامندی کا پابند بناکے اسے کسی طرح کم درجہ دیا ہے۔ یہ محض انتظامی بات ہے اور اس کا مدعا طرح طرح کی خاندانی اور معاشرتی بدنظمیوں کا سدِ باب ہے۔ عورت چونکہ بیشتر گھر کے اندر رہتی ہے، اس لئے اسے بیرونی دنیا کا تجربہ کم ہوتا ہے اور وہ کسی مرد سے متعلق ہر قسم کی معلومات خود حاصل نہیں کرسکتی اور تجربہ کم ہونے کے سبب یا حیا زیادہ رکھنے کی وجہ سے وہ مہر وغیرہ کی تفصیلات کا بھی فیصلہ نہیں کرسکے گی۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ جس مرد سے وہ شادی کرے گی وہ گویا اس کے خاندان کا فرد بن جائے گا، پس "عورت" کے خاندان کے "مردوں" کا حق ہے کہ وہ بہ وجوہ دیکھ لیں کہ "عورت" کس مرد کو ان میں شامل کرنے والی ہے۔"

(عورت اور اسلامی تعلیم صفحہ ۷۰)

یہی مفہوم ہے حضرت اقبال کے اس شعر کا ؎

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد

یقیناً "عورت" "مرد" کے مقابلہ میں حیادار ہے اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ صفائی کے ساتھ اس مرد سے گفتگو کرکے ساری باتیں طے کرے جو اس سے نکاح کرنے والا ہے۔ لہذا یہ ہونا مناسب ہے اور چاہیئے کہ یہ "اہم معاملہ" کسی "مرد" کے ذریعہ طے پائے۔ اور یہ "نکاح" ہی پر منحصر نہیں۔ ہر معاملہ میں فریقین جذباتی طور پر عین ممکن ہے کہ "معاملے" کو "معاملے" کے طور پر سلجھا نہ سکیں۔ اس لئے کسی کی وساطت واقعی مناسب ہے اور یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی کی ناچاقی کی صورت میں بھی حکم ہے کہ:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا (نساء۲)

اگر تم لوگوں کو اندیشہ ہو کہ میاں بیوی میں تفرقہ پڑ جائے گا تو ایک پنچ شوہر کے خاندان سے مقرر کرو اور ایک پنچ بیوی کے خاندان سے۔ اگر وہ دونوں، ان میں صلح کرانے کی کوشش کریں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کرادے گا

مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ "عورت" بلا وساطت ولی نکاح کرہی نہیں سکتی۔

پسندیدگی کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ دونوں پر دو قیدیں اور پابندیاں بھی "قرآن مجید" نے لگائی ہے ایک قید مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔ وہ یہ کہ ایک مومن یا مومنہ کا نکاح ایک مشرک یا مشرکہ سے نہیں ہوسکتا یا کیا جاسکتا اگرچہ بظاہر وہ مشرک یا مشرکہ کسی قدر بھی معقول اور پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ یعنی پسندیدگی اور اس کے بعد نکاح کے لئے یہ مشترک لازمی اور قطعی شرط ہے کہ وہ "مومن" یا "مومنہ" ہو اگرچہ وہ "لونڈی" اور "غلام" ہی کیوں نہ ہو۔ مشرک یا مشرکہ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ مشرک و مشرکہ تم مومنوں کو راہِ حق سے برگشتہ کرکے جہنم کا کندہ بنادیں گے۔ ازدواجی تعلقات کی بنا پر واقعی یہ عین ممکن ہے کہ انسان اپنے مسلک یا راہِ حق سے بھٹک جائے۔ دوسری پابندی صرف عورت کے لئے ہے وہ یہ کہ دوسرے اہلِ کتاب مثلاً یہود و نصاریٰ وغیرہ کی عورتوں سے "مسلمان مرد" تو نکاح کرسکتا ہے مگر "مسلمان عورت" کا نکاح کسی یہودی یا عیسائی مرد سے نہیں ہوسکتا یا کیا جاسکتا۔ "عورت" کی پسندیدگی میں گویا یہ لازمی شرط کردی گئی ہے کہ "مسلمان عورت" صرف "مسلمان مرد" ہی کو منتخب اور پسند کرے۔ یعنی ایک "مسلمان عورت" کا شوہر قطعی طور پر "مسلمان مرد" ہونا چاہیئے۔ اس کی مصلحت نہیں ظاہر کی گئی ہے۔ مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ "مرد" حاوی ہوتا ہے "عورت" پر۔ لہذا یہ عین ممکن ہے کہ وہ مسلمان عورت کو دینِ اسلام سے ہٹا کر اپنے مذہب پر لے آئے

قرآن کی تفسیر احادیث کی رُو سے

ہمیں اکثر ایسے خطوط موصول ہوتے رہتے ہیں جن میں کہا یہ جاتا ہے کہ طلوع اسلام کے مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث، قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتی ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کی جو تفسیر خود رسول اکرمؐ نے فرمائی ہو اس سے بہتر تفسیر کوئی اور ہو نہیں سکتی۔ اس کے بعد ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہم قرآن کریم کی چند ایک آیات کی وہ تفسیر طلوع اسلام میں درج کریں جو احادیث میں مذکور ہے۔ تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ حضورؐ نے قرآن کریم کی کیا تفسیر بیان فرمائی ہے۔ ہم ان میں سے کئی ایک سے کہا کہ یہ آسان بات ہے۔ امام بخاریؒ کے مجموعہ احادیث میں ایک الگ باب کتاب التفسیر کے نام سے موجود ہے جس میں انھوں نے ان روایات کو جمع کیا ہے جن میں قرآنی آیات کی تفسیر آتی ہے آپ اس باب کو دیکھ لیں۔ لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ہمارے پاس بخاری نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ہم عربی نہیں جانتے۔ لہٰذا ان کا تقاضا ہے کہ ہم اس باب کی چند ایک احادیث طلوع اسلام میں شائع کریں۔ ان کے اس تقاضے اور مذکورہ صدر اعتراض کے پیش نظر بخاری شریف کی کتاب التفسیر سے چند آیات کی تفسیر ذیل میں شائع کی جاتی ہے۔ ہم نے پہلے آیت اور اس کا ترجمہ دیدیا ہے اور اس کے بعد وہ حدیث نقل کردی ہے جو امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں درج کی ہے۔ اور اس پر ایک لفظ کا بھی اضافہ اپنی طرف سے نہیں کیا۔ نہ ہی ہم نے بخاری شریف کی احادیث کا ترجمہ اپنی طرف سے کیا ہے بلکہ "مرزا حیرت دہلوی" مرحوم کا ترجمہ نقل کیا ہے جو حال ہی میں کراچی کے ایک کتب فروش نے شائع کیا ہے۔ آپ آیات اور ان کی وہ تفسیر ملاحظہ فرمایئے جو بخاری شریف میں درج ہے:-

(۱) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا　(بقرہ)

اور خدا نے آدم کو تمام اسماء (ناموں) کی تعلیم دی

حضرت انس ابن مالکؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب مسلمان جمع ہو کر مشورہ کریں گے کہ آج کے دن ہم کسی کو اپنا شفیع بنائیں اور آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ سب کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے سجدہ کرایا ہے۔ اور آپ کو تمام نام سکھائے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کریں۔ تاکہ ہم آج اس جگہ کی تکلیف سے راحت پائیں وہ کہیں گے آج میں اس قابل نہیں اور اپنا گناہ یاد کریں گے (خلاف حکم درخت کا پھل کھا لیا تھا) اور اللہ سے شرمائیں گے۔ اور کہیں گے تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ ان کو اللہ نے سب سے پہلا نبی بنا کر زمین پر بھیجا تھا۔ سب آدمی ان کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے آج میں اس قابل نہیں اور اپنا گناہ یاد کرکے شرمائیں گے اور کہیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ سب کے سب ان کے پاس آئیں گے یہ بھی ایسے ہی کہیں گے اور کہیں گے تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ اللہ نے ان سے باتیں کی ہیں اور توریت عطا فرمائی ہے۔ وہ ان کے پاس آئیں گے یہ بھی کہیں گے میں آج کے دن تمہارا شفیع نہیں ہوسکتا اور اپنا گناہ یاد کرکے اللہ سے شرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جب ان کے پاس آئیں گے یہ بھی ایسے ہی کہدیں گے اور کہیں گے محمدؐ کے پاس جاؤ جس کے اللہ نے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں وہ اس وقت میرے پاس آئیں گے میں ان کو اللہ کے پاس بخشوانے لے جاؤں گا۔ اور اللہ کے حضور میں (داخل کی) اجازت طلب کروں گا تو مجھ کو (آنے کی) اجازت ملے گی تو جس وقت میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ اور اللہ جب تک میرے دل میں ڈالے گا وہ کہوں گا پھر (اللہ کی طرف سے) کہا جائے گا (اے محمدؐ) سر کو اٹھا اور سوال کرتا کہ عطا کیا جائے اور کہہ تیرا کہا سنا جائیگا اور شفاعت کر قبول کی جائے گی۔ اس وقت میں سر اٹھاؤں گا۔ اور جیسے اللہ نے مجھے تعلیم دی تھی۔ ویسے ہی اس کی تعریف بجالاؤں گا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ اس دفعہ ایک گروہ بخشا جائے گا (یعنی مہاجرین و انصار اور بڑے بڑے نیک بندے اولیاء اللہ شہداء) اور ان کو جنت میں بھجوا دوں گا۔ پھر اللہ کی طرف آؤں گا اور دیکھ کر سجدے میں جاؤں گا۔ اور شفاعت کروں گا۔ اس مرتبہ بھی ایک گروہ بخشا جائے گا۔ اسی طرح تیسری دفعہ پھر چوتھی دفعہ ایسے ہی شفاعت کروں گا۔ پھر اللہ سے کہوں گا کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ سوائے ان کے جن کو قرآن نے روکا ہے۔ اور ان پر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے کا حکم ہے۔ ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں یعنی جن کے بارے میں یہ آیت خالدین فیہا ہے۔

(۲) نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ
وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ　(بقرہ)

تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی ہیں۔ جب جی چاہے ان کے پاس آؤ اور اپنی نسلوں کا ذخیرہ جمع کرو۔

نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن عمر قرآن پڑھتے ہیں کسی سے کلام نہیں کرتے تھے ایک روز قرآن پڑھتے میں میں ان کے پاس چلا گیا۔ جب وہ سورۃ بقر پڑھتے میں اس آیت (انسٰئکم) پر پہونچے تو مجھ سے کہا تجھے معلوم ہے یہ آیت کب نازل ہوئی۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ انھوں نے اس کا شان نزول بیان کیا اور پھر آگے پڑھنے لگے۔ عبدالصمد کہتے ہیں ابن عمر سے یہ بھی روایت پہونچی ہے کہ بعض آدمی عورتوں سے اغلام کرتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت سے الٹا لٹا کر جماع کرے اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوگی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ قول غلط ہے عورتوں سے جس ہیئت سے چاہو۔ جماع کرو۔

(۳) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ
هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا
بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ　(آل عمران)

ان لوگوں کے اس بخل کو جو وہ اس (مال) کے ساتھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عنایت کیا ہے بہتر مت سمجھو بلکہ وہ بخل ان کے لئے بہت برا ہے (اس لئے کہ اس بخل کی وجہ سے اس مال کے طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا۔ اس نے زکوٰۃ مفروضہ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال اس شخص کے لئے ایک ایسا سانپ بن جائے گا۔ جس کے سر پر بال نہ ہوں گے اور جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور اس کی گردن میں بطور طوق کے ڈالا جائے گا۔ اور وہ سانپ یہ دو کلمے کہے گا۔ (۱) میں تیرا مال ہوں (۲) میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی۔

(۴) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ　(آل عمران)

وہ لوگ جو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹیں بدلتے اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور (اللہ کی حکمتوں میں) زمین و آسمان کی پیدائش سے غور کرتے ہیں۔

ابن عباس راوی ہیں کہ (ایک دفعہ) رات کو میں اپنی خالہ میمونہ کے گھر رہ گیا اور اپنے دل میں یہ کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا (کہ آپ شب میں کیسے نماز پڑھتے ہیں) آپ کے سونے کے لئے وسادا (چادر) ڈالا گیا۔ آپ اس کے طول میں سوگئے اور میں عرض میں سو گیا جب آدھی رات گذری تو بیدار ہوئے اور منہ پر ہاتھ ملنے لگے۔ پھر آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں (جن میں یہ آیت شامل ہے) اور سورت ختم کی۔ پھر آپ اٹھے اور ایک پرانے مشکیزہ میں سے (جو وہاں لٹکا ہوا تھا) پانی لے کر وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اس وقت میں بھی اٹھا اور جو کچھ آپ نے کیا تھا وہی میں نے کیا۔ اور پھر آپ کے پاس ایک پہلو میں کھڑا ہوگیا تو میرے سر پہ دست شفقت رکھا اور (شفقت سے) میرا کان اینٹھا۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو۔ پھر دو۔ پھر دو۔ پھر دو پڑھیں۔ پھر وتر پڑھے (کل تیرہ رکعتیں)

(۵) إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي
الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ

وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (مائدہ)

جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کرتے، اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا سیدھے اور الٹے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ان کو ملک بدر کر دیا جائے۔

عبداللہ بن زید ابی قلابہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اور ان کے پاس کے آدمیوں نے قسامت کے بارے میں ذکر کیا کہ قصاص ہونا چاہیئے اور خلفاء نے بھی قصاص کا حکم دیا ہے اس وقت عمر بن عبدالعزیز میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا جہاں تک میرا خیال ہے کوئی شخص اسلام کی حالت میں سوائے ان تین آدمیوں کے واجب القتل نہیں جس نے بعد الاحصان زنا کیا ہو۔ دوسرے جس نے بلا بدلے کسی کو مار دیا ہو۔ تیسرے جس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا (یعنی قسامت میں قصاص نہیں) اس وقت عنبسہ بن سعید(؟) نے کہا انس بن مالک نے تو مجھ سے ایسی ایسی حدیث (جو آگے آئے گی) بیان کی ہے۔ یعنی قصاص ہونا چاہیئے۔ میں نے کہا مجھ سے بھی انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ایک قوم آپ کے پاس آئی اور کچھ باتیں کیں اور کہا کہ یہاں تو ہمارے پیٹوں میں بدہضمی ہو گئی (کیا علاج کریں) آپ نے فرمایا کہ ہمارے اونٹ ہیں۔ ان میں جاؤ اور دودھ اور پیشاب ان کا پیو۔ وہ سب آئے اور دودھ اور پیشاب اونٹوں کا پیا۔ اور صحیح ہو گئے اور چرواہے پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا اور اونٹ لے گئے اب ان کے مارنے میں کیوں دیر کی جائے۔ اس لئے کہ انھوں نے ایک خون بھی کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ساتھ لڑائی کی اور آنحضرت کو (یہ نقل کر کے) ڈرایا۔ یہ سن کر عنبسہ نے سبحان اللہ کہا۔ میں نے کہا کیا میری اس حدیث کو جھوٹ سمجھتے ہو۔ اور تہمت لگاتے ہو۔ عنبسہ نے کہا یہی حدیث مجھ سے بھی انس نے بیان کی ہے اور پھر یہ کہا اے لوگو! جب تک تم میں یہ (ابو قلابہ) یا اس کا مثل کوئی شخص رہے گا۔ تم ہمیشہ خیر و برکت میں رہو گے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (مائدہ)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو جنھیں خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے حرام نہ ٹھہراؤ۔

عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (اور عورتوں سے جدائی کی برداشت نہ ہوتی تھی بوجہ حرارت اور قوت کے) تو ہم نے عرض کیا آیا ہم خصی ہو جائیں۔ آپ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے جس میں عورت راضی ہو نکاح کر لو (تاکہ اس فعل یعنی خصی ہونے سے بچو) اور گناہ و بد کسی پر نہ پڑے اور پھر آیت پڑھی۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (مائدہ)

(حضرت عیسیٰ اللہ سے عرض کریں گے) جب تک میں ان میں رہا ان کا نگراں رہا لیکن جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو خود ہی ان پر نگراں تھا۔ اور تو تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

ابن عباس راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ پڑھا۔ اے لوگو تم اللہ کی طرف ننگے پیر، ننگے بدن، بلا ختنہ اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ پڑھی (یعنی جیسے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھائیں گے بوجہ اس وعدے کے جو ہم نے کیا ہے۔ اس کے کام کرنے والے ہم ہیں) پھر آنحضرت نے فرمایا سب سے پہلے ابراہیم کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور ہشیار ہو کہ چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے۔ اور فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت میں کہوں گا اے رب یہ تو میرے صحابی ہیں (اللہ کی جانب سے) ندا آئے گی تو نہیں جانتا انھوں نے تیرے بعد کیا کیا۔ اس وقت میں بھی عیسیٰ کی طرح کہوں گا (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا الآیۃ) پھر اللہ کی طرف سے ندا ہو گی کہ یہ لوگ تیرے (محمد کے) جدا ہونے کے بعد ہی مرتد ہو گئے تھے۔

اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ہود)

یاد رکھو وہ لوگ اپنے سینوں کو اس لئے موڑتے ہیں کہ اس طرح خدا سے چھپ جائیں۔ مگر یاد رہے کہ جب وہ اپنے کپڑوں میں ڈھک جاتے ہیں خدا اس وقت بھی ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو وہ خفیہ یا علانیہ کرتے ہیں۔ یقیناً خدا دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے

محمد ابن عباد بن جعفر نے کہا کہ میں نے ابن عباس کو یوں پڑھتے ہوئے سنا اَلَا اِنَّهُمْ تَثْنَوْنِیْ صُدُوْرُهُمْ میں نے اس آیت کی بابت ان سے پوچھا۔ انھوں نے کہا بعض آدمی پہلے کھلی جگہ پاخانہ پیشاب پھرنے اور اپنی عورتوں سے فعل کرنے سے شرماتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھلی جگہ ہم ایسا کریں اور اس کی خبر آسمان تک پہنچے اور اللہ کو معلوم ہو جائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

محمد بن عباد ہی سے مروی ہے کہ ابن عباس نے تثنونی صدورھم پڑھا۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے اس کے متعلق جواب دیا کہ بعض لوگ کھلی جگہ جماع کرنے اور حاجت رفع کرنے سے شرماتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (اور اس غلط فہمی کو دور کر دیا)۔

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ۔ (یوسف)

جب یوسف کے پاس (بادشاہ کا) ایلچی آیا (کہ اسے قید سے نکال دیا جائے) تو اس نے کہا اپنے مالک بادشاہ کے پاس جا کر پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ یقیناً میرا پروردگار ان کے مکر کو خوب جانتا ہے

ابوہریرہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لوط پر رحم کرے (جب ان کی امت نے ان کو ایذا دی تو) انھوں نے رکن شدید (محفوظ جگہ) کی طرف پناہ مانگی۔ اور جتنے دنوں یوسف

اُردو ادب میں عظیم نفسیاتی کتابوں کا اضافہ

آپ بھی خوش رہیئے　مصنفہ:- برٹرینڈرسل　مترجمہ　شفیع الدین

آج کی دنیا اضطراب و بےچینی کی دنیا ہے۔ ہم طرح طرح کی ذہنی، روحانی اور تخیلاتی اذیتوں کا شکار ہیں۔ برٹرینڈرسل نے ان نفسیاتی بیماریوں اور کمزوریوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کا علاج تجویز کیا ہے۔ جن پر عمل کرنے سے ہم ان ذہنی بیماریوں سے نجات حاصل کر کے صحتمند تخیل اور خوشی کے جذبات و احساسات سے اپنے دل و دماغ کو لبریز کر سکتے ہیں۔۔

جب ہمارا دل و دماغ خوشی و مسرت کے جذبات سے معمور ہوگا تو یاس و قنوطیت؛ افسردگی و پژمردگی اور رنج و الم جس کے پہاڑوں تلے ہم برسوں سے سسک رہے ہیں روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہمارے چاروں طرف مسرت و شادمانی اور کامیابی و کامرانی رقص کرتی ہوئی نظر آئے گی۔　صفحات ۳۶۰۔ مجلد رنگین گردپوش۔ قیمت پانچ روپیہ

سوچئے اور دولت کمائیے　مصنفہ نپولین ہل مترجمہ غوث صدیقی ایم اے

یہ کتاب مشہور ماہر نفسیات نپولین ہل کا وہ شاہکار ہے جس نے لاکھوں انسانوں کی ناکام زندگی اور غربت و افلاس کو کامیاب زندگی اور دولت و امارت سے بدل دیا۔ یہ کتاب نہایت قیمتی معلومات کا خزانہ ہے۔ اور اس کے مطالعے سے انسانی ذہن میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جو مایوسی اور تاریکی کے جذبات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے ترقی کی راہیں کھولتی ہے۔ ہر وہ انسان جو اپنی افلاس کی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ کتاب شمع راہ کا کام دے گی۔ صفحات ۴۰۰۔ مجلد رنگین گردپوش۔ قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

نفیس اکیڈمی　بلسن اسٹریٹ کراچی

قید میں ہے اگر میں رہتا تو رہائی کے حکم کو ضرور قبول کر لیتا۔ اور ابراہیمؑ سے زیادہ میں (خدا کے دوبارہ زندہ کرنے میں) شک کا مستحق ہوں جب کہ انھوں نے کہا تھا کہ اے رب تو مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مردہ کو زندہ کرتا ہے تو ان سے اللہ نے کہا کہ کیا تو اس پر ایمان نہیں لایا، ابراہیمؑ نے کہا بیشک ایمان تو لایا ہوں۔ مگر اطمینان قلب کے لئے پوچھتا ہوں۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ
تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ (ابراہیم)

اس کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں پاتال میں ہوں
اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں۔ اور ہر موسم میں پھل دیتا ہو۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کوئی ایسا درخت بتاؤ جو مسلمان آدمی کے مشابہ ہو۔ جس کے پتے نہ گرتے ہوں۔ اور جس کا پھل ہمیشہ آتا ہو۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ یہ درخت کھجور کا ہے (چونکہ کم عمر تھا اور) میں نے دیکھا کہ ابو بکرؓ اور میرے والد عمرؓ کچھ نہیں بولتے۔ لہٰذا میں نے اپنے بولنے کو اچھا نہ سمجھا۔ جب کسی نے کچھ نہ کہا تو آپ نے (خود ہی) فرمایا ایسا درخت کھجور کا ہے۔ پھر جب میں وہاں سے اٹھا تو راستے میں والد سے کہا واللہ میرے دل میں یہی آیا تھا (جو حضورؐ نے فرمایا) والد (عمرؓ) نے فرمایا کہ تو بولا کیوں نہیں میں نے کہا کہ تمہیں خاموش دیکھ کر میرے بولنے کو اچھا نہ جانا۔ میرے والد (عمرؓ) نے کہا کہ اگر تو یہ کہہ دیتا (میرے نزدیک بہت اچھا تھا (میں اس سے بہت خوش ہوتا)۔

وَيُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

خدا ایمان والوں کو پکی اور پختہ بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے

براء بن عازبؓ سے نقل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (خدا کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں) اس آیت میں قولِ ثابت سے یہی کلمہ مراد ہے جس پر کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھے گا۔

وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (بنی اسرائیل)

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

ابو ہریرہؓ سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام پر زبور کی قرأت ایسی آسان ہو گئی تھی کہ آپ گھوڑے کو کسنے کا حکم دیتے۔ آدمی کس نہ چکتا جو آپ تمام کر دیتے۔ اور قرأت سے فارغ ہو جایا کرتے۔

وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ
اللَّهِ شَدِيدٌ (حج)

لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے نشہ میں ہوں۔ حالانکہ نشہ میں نہیں ہوں گے
بلکہ اللہ کا عذاب ہی سخت ہو گا۔

ابو سعید خدریؓ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ آدم کو بلائے گا آدم یہ کہتے ہوئے آئیں گے لبیک ربنا وسعدیک اے پروردگار میں حاضر ہوں۔ پھر (فرشتہ) ندا دے گا کہ اللہ تم (آدمؑ) کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے چند کو دوزخ کی طرف لاؤ۔ آدم کہیں گے کتنے آدمی۔ فرشتہ کہے گا ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ (اس وقت خوف کے مارے) حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور جوان آدمی بوڑھے ضعیف ناتواں ہو جائیں گے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ) یعنی اے محمد اس وقت تم آدمیوں کو بیہوش دیکھو گے جیسے کہ وہ نشہ میں ہوں حالانکہ وہ نشہ پئے ہوئے نہ ہوں گے بلکہ (اس خوف سے کہ اللہ کا عذاب سخت ہے (بیہوش ہو جائیں گے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر آدمیوں کے رنگ فق ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہ مقدار دوزخیوں کی یاجوج ماجوج کے آدمیوں کی ہے۔ اور تم میں سے ایک ہزار میں سے کل ایک آدمی دوزخی ہو گا۔ اور تم تو ان آدمیوں میں ایسے ہو گے جیسے ایک سیاہ بال سفید بیل کے پہلو میں یا ایک سیاہ بیل کے پہلو میں ایک سفید بال (یہ شکِ راوی ہے) پھر آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم (یعنی امتِ محمدیہ کے لوگ) اہل جنت کے چوتھائی ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں ہم حاضرین نے اس کو بھی بہت غنیمت سمجھا۔ پھر فرمایا تم اہل جنت کے ثلث ہو گے۔ ہم نے اس کو بہت جانا پھر فرمایا تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔ ہم نے اس کو بہت ہی بڑا جانا۔ ابو معاویہ کی روایت میں بجائے لفظ سکاریٰ وماہم بسکاریٰ کے مفرد لفظ سکریٰ وماہم بسکریٰ ہے۔

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ شَرٌّ مَّكَانًا
وَأَضَلُّ سَبِيلًا (فرقان)

جن لوگوں کو جہنم کی طرف ان کے مونہہ کے بل جمع کیا جائے گا۔ وہ بدترین
مقام پر ہوں گے اور راہ کے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہوں گے۔

انس بن مالکؓ نے روایت کی کہ ایک شخص آنحضرت کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یا نبی اللہ قیامت کے روز کافر سر کے بل دوزخ میں جمع کئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جو آدمیوں کو دنیا میں پیروں سے چلاتا ہے وہ اس بات پر کیا قادر نہیں کہ قیامت کے روز ان کو سر کے بل چلائے۔ قتادہ نے کہا بے شک اللہ قادر ہے۔

تُرْجِي مَن تَشَاءُ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَن تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (احزاب)

(اے رسول) جس بیوی کو آپ چاہیں مؤخر کر دیں۔ اور جسے چاہیں اپنے پاس
بلا لیں پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جس بیوی کو آپ نے چھوڑ رکھا تھا
اس کو طلب کر لیں۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں ان عورتوں پر (جنھوں نے اپنے آپ کو رسول کے لئے ہبہ کر دیا تھا) غیرت اور شرم کرتی تھی۔ پھر جب یہ آیت اتری تو میں نے آنحضرت سے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش کے مطابق کرتا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا
الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (سبا)

حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی۔ اور وہ آپس میں
ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ خدا نے کیا فرمایا تھا۔ تو وہ جواب میں یہی کہیں گے
کہ خدا نے تو حق بات ہی فرمائی تھی۔ وہ بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہستی ہے۔

ابو ہریرہؓ سے نقل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ آسمانوں میں کوئی حکم بھیجتا تو فرشتے اپنے بازو پھٹ پھٹا کر ڈھیلے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب ان پر سے ہیبت دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ اللہ میاں نے کیا حکم دیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ جو کچھ کہا وہ حق کہا۔ اور شیاطین بھی زمین سے آسمان تک ایک کے اوپر ایک ہو کر پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس حکم کو سن کر اوپر والا نیچے والے سے کہہ دیتا ہے۔ علیٰ ہٰذا وہ اپنے نیچے والے سے حتیٰ کہ جو زمین پر ہے اس تک خبر پہنچ جاتی ہے۔ وہ ساحروں اور کاہنوں کے کانوں میں یہ بات کہہ دیتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوپر والا نیچے والے سے کہنے نہیں پاتا کہ شہاب اس کے لگ جاتا ہے اور اس کو جلا دیتا ہے۔ اور کبھی وہ نیچے والے سے کہہ چکتا ہے تب آ کر لگتا ہے۔ اب شیطان اس ایک بات میں سو باتیں ملا کر کاہنوں سے کہتا ہے اور کاہن لوگ اس ایک سچی بات کے طفیل اور باتوں میں بھی سچے بن جاتے ہیں۔ سفیان نے شیطانوں کی ترتیب ہاتھوں کی انگلیوں کو نیچے اوپر کر کے اور کشادہ کر کے بتائی۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (یٰس)

آفتاب اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ غالب اور جاننے والی ہستی
کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔

ابوذرؓ نے کہا میں (ایک روز) مغرب کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں تھا آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر تجھے معلوم ہے کہ یہ سورج (ڈوبنے کے بعد) کہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا یہ عرش کے نیچے جاتا ہے اور وہاں سجدہ کرتا ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں۔

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ
الْوَهَّابُ (ص)

اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو۔ یقیناً
تو بہت کچھ بخشنے والا ہے۔

ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات میرے پاس ایک جن آیا یا کچھ

ایسا ہی لفظ کہا۔ تاکہ نماز میں خلل ڈالے۔ اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی (میں غالب آیا) اور میں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے کسی ستون سے اس کو باندھ دوں۔ تاکہ تم سب لوگ صبح کو دیکھ لو۔ اس وقت (جب میں اس پر غالب آیا) بھائی سلیمان کا یہ مقولہ یاد آیا۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي۔ روحؓ نے کہا حضورؐ نے اس جن کو خوار کر کے چھوڑ دیا۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (زمر)

ان لوگوں نے خدا کے متعلق جیسا کہ اندازہ کرنا چاہیئے تھا۔ صحیح اندازہ ہی نہیں کیا۔

عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ علماء یہود میں کا ایک عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! ہم توریت میں یہ لکھا دیکھتے ہیں کہ اللہ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ اور ایک پر تمام زمینوں کو۔ اور ایک پر تمام درختوں کو اور ایک پر تمام پانی کو اور ایک پر تمام خاک کو اور ایک پر تمام مخلوقات کو اور پھر کہے گا کہ "میں بادشاہ ہوں": رسول اللہ یہ سن کر ایسے مسکرائے کہ دانت ظاہر ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ اس کا یہ کہنا سچا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت آخر تک پڑھی (ماحصل یعنی اللہ کی قدرت بے حد ہے اور اس کا کچھ اندازہ نہیں)

وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (محمد)

اور کیا تم سے قطع رحمی کرنے کا بھی امکان ہے

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو رحم (رشتہ ناطہ) نے کھڑے ہو کر اپنے پروردگار کے دامن کو پکڑا۔ اللہ نے کہا رک جا۔ پھر رحم نے کہا کہ یہ مقام میرے توڑنے سے تیری پناہ مانگنے والے کا ہے۔ اللہ نے کہا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں (یعنی جو تیرے رشتہ کا حق ادا کرے۔ اس پر میں مہربانی کروں) اور جو تجھے توڑے میں اس کو توڑوں (یعنی جو تیرے رشتہ کا حق ادا نہ کرے اس پر میں مہربانی نہ کروں۔ رحم نے کہا ہاں (مجھ سے ایسا ہی کر) اللہ نے فرمایا (تجھ سے) ایسا ہی کیا۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر تم اس کی تصدیق چاہو تو یہ آیت۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ پڑھو۔ اس میں اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُسْلِمِينَ (فتح)

خدا نے ہی تو مسلمانوں کے دلوں میں سکون و اطمینان نازل کیا تھا۔

براء ابن عازبؓ سے مروی ہے کہ ایک صحابی قرآن پڑھ رہے تھے۔ اور اس گھر میں ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ یکایک کودنے بدکنے اور رسی تڑانے لگا۔ وہ صحابی قرآن پڑھتے پڑھتے باہر گئے دیکھا تو وہاں کوئی چیز نہیں تھی بس گھوڑا بدک رہا تھا جب صبح ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا گھوڑا اس سکینہ کو دیکھ کر بدک رہا تھا۔ جو تمہارے قرآن پڑھنے سے نازل ہوا تھا۔

وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ (ق)

اور وہ (جہنم) کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے!

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے (یعنی اور ڈالو۔ اور ڈالو) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا (بعض کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی کہ اللہ اس کو اس کہنے پر خوار اور ذلیل کرے گا) تو دوزخ کہے گی بس بس۔

ابوہریرہؓ سے مرفوع طور پر روایت ہے کہ اللہ کی طرف سے جہنم کو کہا جائے گا (جب دوزخی ڈالے جائیں گے) کہ کیا تو بھر گئی۔ تو جہنم کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے (یعنی اور ڈالو) اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھے گا تو دوزخ کہے گی بس بس۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ اور جنت آپس میں جھگڑا کریں گے۔ دوزخ کہے گی میں متکبر اور ظالم لوگوں کو عذاب دینے کے لئے مخصوص کر دی گئی ہوں اور جنت کہے گی مجھے کیا ہوا۔ میرے اندر صرف ضعیف لاچار، گرے پڑے، حقیر اور خاکسار لوگ داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا کہ تو میری رحمت ہے؛ اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ رحمت سے فیض یاب کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمائے گا کہ تو عذاب کی جگہ ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ عذاب دوں گا۔ اور ہر ایک ان دونوں میں سے دوزخ و جنت کے بھرنے کی ایک حد مقرر ہے۔ لیکن دوزخ نہ بھرے گی جب تک کہ اللہ اس پر اپنا قدم نہ رکھے گا تو اس وقت دوزخ کہنے لگے گی کہ بس بس بس۔ اور اس وقت بھر جائے گی اور سمٹ جائے گی اور رہی جنت تو خداوند تعالیٰ اس کے لئے ایک اور مخلوق پیدا کرے گا۔ تاکہ اس سے جنت کو بھر دے)

وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ (رحمٰن)

اور ان دونوں کے ورے دو باغ اور بھی ہیں

عبداللہ ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاندی کی دو جنتیں ہیں ان کا سارا سامان چاندی کا ہے اور سونے کی بھی دو جنتیں ہیں ان کا سارا سامان سونے کا ہے اور جنت عدن میں اللہ کا دیدار ہو گا۔ اس طرح کہ لوگ دیکھیں گے اور اللہ کے منہ پر صرف جلال و عظمت کا پردہ ہو گا

وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ (واقعہ)

اور لمبے لمبے سائے ہوں گے۔

ابوہریرہؓ سے مرفوع طور پر روایت ہے کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر گھوڑے سوار اس کے سائے میں سو برس تک چلے تو بھی اس کو طے نہ کر سکیگا۔ اور چاہو تو اس آیت مذکورہ بالا کو پڑھو (اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے)

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ (قلم)

جس دن مصیبت اپنی انتہا کو پہونچ جائے گی۔

ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارا اللہ جب اپنی پنڈلی کھولے گا تو تمام مرد عورت مومن سجدہ کریں گے۔ مگر جو دنیا میں ریا کی نماز پڑھتا تھا۔ وہ سجدہ کرنے کے لئے جگہ ڈھونڈھتا پھرے گا اور سجدہ کے واسطے اس کی کمر نہ مڑسکیگی بلکہ تختہ بن جائے گی۔

سورۂ جن کا شان نزول

ابن عباسؓ راوی[1] ہیں کہ حضرت اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ نامی بازار کا قصد کر کے چلے اور شیطان یعنی جن جو آسمان سے خبر سن کر دنیا میں لاتے تھے ان پر خبر معلوم ہونی بند ہو گئی۔ اور ان کے چنگاریاں ماری جانے لگیں تو جو جنات آسمان پر خبر لینے کو گئے تھے اپنی قوم کے پاس واپس آ گئے انھوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا خبر لائے انھوں نے کہا کہ آسمان پر پہنچنے کا راستہ بند ہو گیا ہے اور وہاں کوئی مانع ہو گیا ہے جب ہم اوپر جاتے ہیں تو ہمیں چنگاریاں ماری جاتی ہیں۔ ان لوگوں نے کہا یہ مانع تو کوئی جدید پیدا ہوا ہے۔ اور ضرور کوئی نہ کوئی نیا واقعہ پیش آ گیا ہے۔ جاؤ تم زمین کے چاروں طرف تلاش کرو، کیا بات ہے۔ وہ تمام زمین پر ڈھونڈھنے لگے جو جنات کہ تہامہ کی طرف ڈھونڈنے نکلے تھے۔ انھوں نے نخلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان کی طرف بڑھے۔ اس وقت آپ عکاظ نامی بازار کی طرف قصد تھا۔ اور آپ صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ان جنوں نے قرآن سنا تو دل لگا کر غور سے کان لگائے۔ اور آپس میں کہا کہ یہی سبب ہے جو ہم آسمان پر نہیں پہنچ سکتے اور پھر اسی وقت اپنی قوم کی طرف گئے اور کہا کہ اے قوم ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سورہ جن اتاری کہ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ (یعنی آپ پر جنوں کا مقولہ قالوا انا سمعنا قرآنا الخ) وحی کیا گیا۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (کوثر)

یقیناً اے پیغمبر اسلام! ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا کی ہے

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چڑھائے گئے (یعنی آپ کو معراج ہوا) آپ نے فرمایا کہ میں ایک نہر پر گیا۔ جس کے دونوں طرف کھوکھلے موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا یہ کوثر ہے۔

یہ ہیں آیات قرآنی کی وہ تفسیر جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہ تفسیر رسول اللہ نے بیان فرمائی تھی۔ اور تمہیں قرآن کی ان آیات کا مطلب یہی سمجھنا ہو گا۔ جو ان روایات میں بیان ہوا ہے۔ اگر کسی کو ان میں کوئی ایسی بات دکھائی دے جس سے وہ سمجھے کہ اس سے رسول اللہ کی ذات اقدس پر اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ کہدے کہ یہ تفسیر رسول اللہ کی نہیں ہو سکتی (یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے) تو اسے منکر حدیث اور منکر شانِ نبوت قرار دے کر اسلام اور رسول اللہ کا (معاذ اللہ) بدترین دشمن قرار دیا جاتا ہے۔

[1] راوی کا نام ہے

حقائق و عبر

نادان دوست

امریکہ کی ایک خبر کے مطابق وہاں کی ایک طیارہ ساز کمپنی کے پروپرائٹر مسٹر پیرنے آج ظاہر کی ہے کہ مستقبل میں انسان فضائی لہروں میں تحلیل ہو کر برقی تشریہ کی صورت میں سفر کر سکے گا۔ یعنی اس طرح انسان پلک جھپکانے میں طویل سفر کر سکے گا۔

اس خبر کو درج کرنے کے بعد صدق لکھنؤ کے ایڈیٹر عبدالماجد دریابادی صاحب فرماتے ہیں۔

> معراج جسمانی کے امکان پر اس سے زیادہ پرزور دلیل قدیم علماء بیچاروں کے خیال میں بھی کب آئی ہوگی۔

اس قسم کے دلائل سے یہ حضرات بزعم خویش سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ لیکن انھیں کون بتلائے کہ اسلام کو جس قدر نقصان اس قسم کی مضحکہ انگیز باتوں سے پہنچا ہے غیر مسلم معاندین کے پروپیگنڈے سے بھی نہیں پہنچا جب ان حضرات کی اس قسم کی باتیں دنیائے علم و بصیرت میں پہنچتی ہیں تو وہ لوگ ان پر ہنستے ہیں۔ اول تو یہ دیکھئے کہ مولانا دریابادی صاحب سند کہاں سے پیش کر رہے ہیں؟ ایک طیارہ ساز کمپنی کا پروپرائٹر! سوچئے کہ سائنس کی دنیا میں ایک طیارہ ساز کمپنی کے مالک کا مقام کیا ہو سکتا ہے؟ پھر یہ سوچئے کہ معراج کی جو تفصیل ہماری کتب روایات میں آئی ہے۔ انھیں اس 'امکانی صورت' سے کوئی واسطہ بھی ہے کہ انسان کا مادی جسم فضائی لہروں میں تحلیل ہو جائے گا! ان روایات میں یہاں تک موجود ہے کہ براق کو دیکھ کر فلاں قبیلہ کا اونٹ بدک کر بھاگ اٹھا۔ اور جب حضور (صلعم) فلاں قبیلہ پر سے گذرے تو لوگ سو رہے تھے۔ لیکن آپ نے ان کے مٹکے سے پانی پیا۔ کیا فضا میں تحلیل شدہ لہریں مٹکے سے پانی پیا کرتی ہیں۔

نبی اکرمؐ کی جسمانی معراج کے خلاف جو سب سے بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب یہ تسلیم کیا جائے کہ حضور جسمانی طور پر خدا سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص مقام میں مکین ہوں۔ خدا کے متعلق یہ تصور کہ وہ مکان (SPACE) کی حدود کے اندر محصور ہو دین کے سارے تصور کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس بات کی طرف ان لوگوں کا کبھی خیال نہیں جاتا۔ اس کے برعکس یہ اس قسم کے تنکے اکٹھے کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ ان کا پل بنا کر اپنے غلط تصورات کا ہاتھی ان پر سے گذاریں۔ اور اس طرح دنیا کو بتائیں کہ دیکھو ہمارے معتقدات کی تائید تمہاری سائنس کی طرف سے بھی ہو رہی ہے؟ خدا اسلام کو اس قسم کے نادان دوستوں سے محفوظ رکھے۔

تعدد ازواج

ملتان کے ایک صاحب نے مولانا دریابادی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت بی بی فاطمہؓ کی موجودگی میں دوسری شادی کی خواہش ظاہر کی تو رسول کریمؐ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ ایک جائز رعایت سے محروم کرنے کی کیا وجہ تھی؟

دریابادی صاحب تعدد ازواج کے بڑے حامی ہیں مستفسر کا یہ سوال ایسا تھا۔ جس کے صحیح اور سیدھے جواب سے دریابادی صاحب کے اپنے مسلک پر زد پڑتی تھی۔ لہٰذا دیکھئے وہ جواب کیا دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

> روایت کس درجہ کی ہے اس کی تحقیق تو طلبائے حدیث ہی کر سکتے ہیں۔ باقی اگر مسلّم اور مستند ہے تو اصلی وجہ تو خود روایت ہی میں موجود ہے۔ یعنی ابوجہل جیسے معاند کی لڑکی کا رسول اسلام کی بیٹی کے ساتھ ایک گھر میں جمع ہونا۔

یہ حدیث بخاری کی ہے جسے یہ حضرات اس آسمان کے نیچے کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب مانتے ہیں۔ لیکن دریابادی صاحب پہلے تو اس میں بھی ایک شک کا پہلو پیدا کرتے ہیں اور صاف صاف نہیں کہتے کہ یہ حدیث بخاری کی ہے۔ اس لئے اس کے مسلّم اور مستند ہونے میں کیا شبہ ہو۔ اس اگر اور مگر کے بعد دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ابوجہل جیسے معاند اسلام کی بیٹی رسول اسلام کی بیٹی کے ساتھ ایک گھر میں کیسے جمع ہو سکتی تھی! ان سے کوئی پوچھے کہ اگر ابوسفیان جیسے معاند اسلام کی بیٹی دیگر امہات المومنین کے ساتھ خود رسول اللہ کے گھر میں آ سکتی تھی تو ابوجہل کی لڑکی کے حضرت علیؓ کے گھر میں آ جانے پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

لیکن دریابادی صاحب دل میں خود بھی اس جواب سے مطمئن نہیں۔ کیونکہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

> بہرحال اس کے علاوہ اور جو بھی تاویل ممکن ہو وہ خود اس حدیث ہی میں کیجئے۔ نہ کہ اس کی بنا پر ایک قطعی اور منصوص شرعی حق میں کوئی شک و شبہ پیدا کیا جائے۔

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن کا وہ کون قطعی منصوص حکم ہے جس نے ایک مرد کو حق دیا ہے کہ وہ جب جی چاہے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی کو گھر لے آئے۔ ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت سارے قرآن میں ایک مقام پر ہے۔ اور اس اجازت کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ عدل نہیں کر سکو گے تو .... جیسا کہ طلوع اسلام میں متعدد بار لکھا جا چکا ہے۔ قرآن کی اس اجازت کا صاف اور صریح مفہوم یہ ہے کہ اگر معاشرہ میں کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ بلا شوہر عورتوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ جائے اور بیواؤں اور یتیم بچوں کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکتا ہو تو اسلامی نظام کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس ہنگامی حالت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کی اجازت دیدے کہ لوگ اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں ان عورتوں سے شادی کر لیں۔ اس صورت حالات کے علاوہ قرآن میں ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت کسی شکل میں بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس میں کوئی شبہ ہو تو اس کے خلاف قرآن کی سند پیش کیجئے۔ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقون۔

احساس کمتری

بھارت میں جب سے ہندوؤں کو حکومت ملی ہے۔ ان کے دل میں رہ رہ کر یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ وہ ایک عظیم تہذیب کے وارث ہیں۔ اور ان کی روایات بڑی شاندار ہیں۔ ان کا ماضی بڑا درخشندہ ہے۔ جبھی کہ وہ انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے شروع ہی سے لڑائیاں لڑتے چلے آ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ اپنی اس خواہش کی تسکین کے لئے وہ عجیب عجیب قسم کے ثبوت اور دلائل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں انھیں مرہٹوں کے آخری پیشوا، ناناصاحب کا ایک خط کہیں سے مل گیا ہے جو اس نے ہندوستان کے گورنر جنرل، لارڈ کیننگ کو ۱۸۵۷ء

(باقی صفحہ … پر)

بی پی
ڈبل وی
جسم کو
توانائی
بخشتی ہے

میں لکھا تھا۔ اس خط کے متعلق ان کا فیصلہ ہے کہ ہندوستان میں "تحریک آزادی کی تاریخ" سے متعلق جو کتاب مرتب ہو رہی ہے اس میں شامل کیا جائے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ۱۸۵۷ء کا "غدر" تنہا مسلمانوں کی طرف سے تحریک آزادی کی تمہید نہیں تھا۔ بلکہ اس میں ہندوؤں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ نانا صاحب نے اس خط میں گورنر جنرل کو لکھا کیا تھا؟ اس میں لکھا تھا کہ میرے حق پیشوائیت کو واپس کیا جائے اور مجھے آٹھ کروڑ روپیہ بطور ہرجانہ دیا جائے۔ اگر حکومت برطانیہ نے ان مطالبات کو تسلیم نہ کیا تو نتائج کی ذمہ داری اسی پر عاید ہوگی۔

ذرا غور کیجئے کہ نانا صاحب کے اس مطالبہ کا تحریک آزادی سے کیا واسطہ تھا۔ اس نے اپنے ایک خالص ذاتی مقصد کے لئے خط لکھا۔ لیکن ہندو اسے لئے لئے پھر رہے ہیں کہ یہ تحریک آزادی میں ہندوؤں کی حصہ داری کی سند ہے!

اسی طرح وشوا بھارتی کے سوامی شنکرانند صاحب کے دماغ میں یہ خیال گھوم رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ ہندوستان میں ہندو باہر سے نہیں آئے بلکہ یہ یہیں کے اصلی باشندے ہیں۔ اور یہ غلط ہے کہ انھوں نے ایران کی طرف سے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ اس کے برعکس صحیح یہ ہے کہ انھوں نے ہندوستان سے ایران پر حملہ کیا تھا اور ایران کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس پر بھارت ورش کے آریاؤں نے حملہ کیا تھا۔ سوامی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ہڑپا کے کھنڈرات سے جو مہریں برآمد ہوئی ہیں۔ انھوں نے اس پر ہریائی قبائل کے نام پڑھے ہیں۔ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے ان مہروں کے الفاظ کو پڑھ کیسے لیا ہے۔ کیونکہ یہ اس زبان میں لکھے ہوئے ہیں جو صدیوں سے مردہ ہو چکی ہوئی ہے لیکن وہ یہ ثابت کر سکیں یا نہ کر سکیں دعویٰ تو انھوں نے سہی کر دیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی قوم کو قوت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا دماغ ہر قسم کے خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور پھر وہ جو کچھ بھی کہے کمزور قومیں اس پر آمنا وصدقنا کہنے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہیں۔

بین الاقوامی جائزہ

جنیوا کانفرنس کا ایک بظاہر خوشگوار نتیجہ یہ نکلا کہ تحدید اسلحہ سے متعلق مذاکرات میں جان سی آگئی تھی۔ اور نئی امیدیں بیدار ہو گئی تھیں یہ مذاکرات کم و بیش دس سال سے جاری ہیں۔ اور ہر چند جانبین اس پر متفق ہیں کہ ایٹمی اسلحہ کو ممنوع قرار دیا جا سکے۔ اور غیر ایٹمی اسلحہ میں تدریجی کمی کی جائے لیکن وہ کسی عملی تجویز پر متفق نہیں ہو سکے۔ اب نیویارک میں مذاکرات کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا تو اس میں صدر آئزن ہاور کی تجویز زیر بحث آئی۔ تجویز مختصراً یہ ہے کہ روس اور امریکہ ایک دوسرے کو فوجی قوت کے ضروری اعداد و شمار مہیا کریں گے۔ یہ معلومات اسلحہ، فوجی مواصلات، افواج ان کی تعداد اور ان کے مقامات تعین سے متعلق ہوں گی۔ ان معلومات کی جانچ پڑتال کے لئے ایک ملک کے مبصر دوسرے ملک میں تعین ہوں گے اور وہ اپنے ملک کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر متعلقہ مقامات تک جا کر دیکھ بھال کریں گے۔ روس اس تجویز کو مانتا نظر نہیں آتا۔ وہ کم و بیش اپنے سابقہ موقف پر قائم ہے کہ ایٹمی اسلحہ کو ضائع کر دیا جائے۔ اور موجودہ غیر ایٹمی اسلحہ اور افواج میں اس کی تجویز کردہ اعداد کے مطابق کمی کر دی جائے امریکہ اس تجویز کا موئید نہیں۔ اور اس کا اعتراض یہ ہے کہ جب تک ایک دوسرے ممالک کی فوجی قوت کے بارے میں صحیح صورت حال کا پتہ نہیں چلتا۔ اس میں تخفیف یا اس کے تعین کا فیصلہ ممکن نہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ سوال بھی سامنے ہے کہ ایک دوسرے ملک کی فوجی طاقت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ دوسرے ملک کے مبصر وہاں جا کر تحقیق حال کریں۔ اب تحدید اسلحہ سے متعلق مذاکرات کا محور یہ تجویز ہو گئی ہے۔ دس سال کی مسلسل ناکامی کے بعد پہلی مرتبہ یہ واضح تجویز زیر بحث آگئی ہے۔ روس نے اب تک امن اور تخفیف اسلحہ پر زور دیا ہے۔ اس کے پیش نظر اس کے لئے اس تجویز کو رد کرنا آسان نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے نقطۂ نظر سے اس میں مناسب ترمیم و اصلاح کرالے۔ لیکن روس نے اپنے ملک کے دروازے ایسے بند کر رکھے ہیں۔ کہ وہ انھیں کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ تخفیف اسلحہ کے مذاکرات میں تعطل پیدا ہوتا نظر آتا ہے۔ اگر ان میں تعطل پیدا ہو گیا تو یہ ۲۷ اکتوبر کو شروع ہونے والی وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے لئے اچھا فال نہیں ہوگا۔

جرمنی کا مسئلہ بھی عالمی سیاست کا سنگین مسئلہ ہے۔ جو ایک نئے دور میں داخل ہو گیا ہے۔ روس کی دعوت پر مغربی جرمنی کے چانسلر ڈاکٹر ایڈینار ماسکو پہونچ گئے ہیں۔ روس نے انھیں اس کے لئے دعوت دی تھی کہ باہمی ثقافتی، تجارتی اور سفارتی تعلقات استوار کئے جائیں۔ لیکن جرمنی کا مسئلہ ایسا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ڈاکٹر ایڈینار ماسکو جائیں اور اس مسئلہ کے تمام پہلو زیر بحث نہ آئیں۔ ڈاکٹر موصوف مغرب کے حلیفوں میں سے ہیں۔ اور انھوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اسلحہ بندی کی اجازت اور ناٹو کی رکنیت حاصل کی ہے۔ انھوں نے دعوت (باقی صفحہ ۱۸ پر)

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراج انسانیت (از پرویز) سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیز کاغذ مضبوط حسین جلد مع گرد پوش قیمت بیس روپے

ابلیس و آدم (از پرویز) سلسلہ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصۂ آدم۔ جنت۔ ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۲۷۰ صفحات قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں، اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۰۰ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام (از پرویز) نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا شگفتہ مدلل اور اچھوتا جواب بڑے سائز کے ۴۰۰ صفحات قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے روزمرہ کی زندگی کے ساتھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۰ صفحات قیمت چار روپے

اسباب زوال امت (از پرویز) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اڑتالیس صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے عنوانات میں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۰۷ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ کراچی

عورت کا قرآن

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

اس طور پر نہ صرف "عورت" کا دینی نقصان ہو جائے گا بلکہ اس کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑے گا۔ اور اگر مسلمان کسی ایسی عورت کو بہلا کے اسلام پر لے آئے گا تو وہ اس عورت کے لئے باعث سعادت ہوگا۔ کیونکہ اسلام سب سے آخری اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر دین ہے۔

مطبوعات طلوع اسلام
ڈیرہ اسماعیل خاں میں
راجہ برادرز نیوز ایجنٹ سے مل سکتی ہیں

عالمِ اسلامی

غازہ کی جنگ تو ختم ہو گئی ہے۔ لیکن اس سے جو سوال پیدا ہو گیا ہے اس کا جواب مصر کو بہرحال تلاش کرنا ہوگا۔ یہ سوال اسرائیلی جارحیت کی مدافعت کا ہے۔ یہ سوال یہودی سلطنت کے معرضِ وجود میں آجانے سے ہی پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۹ء کے متارکے کے بعد جس طرح وقتاً فوقتاً یہودیوں اور عربوں کے درمیان تصادم بلکہ خونریز جنگیں ہوجاتی رہیں۔ اس سے یہ سوال ابھر کر اور سامنے آ گیا۔ غازہ کے حالیہ تصادم نے جو اس سلسلہ کا سنگین ترین تصادم تھا۔ رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔ یہودی علاقے میں آبادی کا دباؤ بہت ہے۔ وہ اس دباؤ کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ اپنے علاقوں میں توسیع کریں۔ یہی ایک عنصر یہودی عربی کشیدگی کے لئے کچھ کم نہیں۔ لیکن یہودیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر وہ سرحدی حملوں پر فتنہ انگیزیاں کر کے عربوں کو پریشان کرتے رہے تو وہ ایک نہ ایک دن ان سے مصالحت کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور ان کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے۔ اندریں حالات یہ توقع عبث ہے کہ جنگ بند ہو گئی تو کشیدگی بھی ختم ہو جائے گی یا تصادم کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔

پہلے بھی دیکھا گیا ہے۔ اور اب بھی یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب یہودیوں نے کسی ایک سرحد پر لڑائی کی طرح ڈالی تو اس کے مقابلہ میں وہی ملک آیا۔ جس پر اس جارحیت کی براہِ راست زد پڑتی تھی۔ دوسرے عرب ممالک نے زبانی جمع خرچ تو بہت کیا لیکن اپنے بھائی کی مدد کو نہیں پہنچے۔ یہ بلا وجہ نہیں۔ عرب ممالک اول تو عسکری طور پر کمزور ہیں۔ اور دوسرے ان میں اتنا باہمی اتحاد نہیں کہ وہ مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایسا کوئی مشترکہ ادارہ قائم نہیں کر سکے جو ایسی شکل کے وقت حرکت میں آئے اور ان کے کام آسکے۔ کہنے کو ان کے پاس عرب لیگ جیسی تنظیم موجود ہے اور پچھلے دنوں اس نے اپنا فریضہ ادا کرنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن معاملہ لیگ کونسل کی اس لفظی قرارداد سے آگے نہ بڑھ سکا کہ ممالک عربیہ متحدہ طور پر مصر کا ساتھ دیں گے۔ وہ مصر کا ساتھ کیسے دیں؟ اس کا جواب نہ عرب لیگ کے پاس ہے۔ نہ کسی عرب ملک کے پاس۔ دیکھا جائے تو عرب ممالک دلی خواہش کے باوجود کسی عرب ملک کو موثر فوجی مدد نہیں دے سکتے کیونکہ ان کی اپنی عسکری تنظیم جنگی تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل نہیں۔ عربوں نے آج تک اس اساسی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسے رفع کرنے کے لئے انہیں کسی بڑی قوم سے رجوع کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن انہوں نے کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی۔ ان کی اس کمزوری کا یہودی بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ان کے بعض "دوست"۔ مثلاً ہندوستان بھی۔ ہندوستان نے مصر کی دکھتی رگ پر ہاتھ دھرا اور اسے غیر جانبداری کا سراب دکھایا۔ یہ جادو اس پر ایسا چلا کہ وہ نہ کسی بڑی قوم سے مطلوبہ مدد ہی لے سکا ہے۔ اور نہ عرب ممالک کو متحد کر سکا ہے۔ عرب لیگ نے ایک کاغذی مشترکہ دفاعی معاہدہ تیار کیا لیکن اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے مقابلہ میں ترکی، عراق اور پاکستان نے ایک مشترکہ معاہدے کے ذریعہ متزلزل مشرقِ وسطیٰ میں استواری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مصر نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ وہ سعودی عربیہ کی رفاقت سے زیادہ سے زیادہ شام کو اپنے ساتھ ملا سکا۔ لیکن اب شام بھی الگ سا ہو گیا ہے گویا عرب لیگ نے جس تنظیم کا خواب دیکھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ مصر نے جو دفاعی سلسلہ قائم کرنا چاہا وہ منڈھے نہ چڑھ سکا۔ اس کے مقابلہ میں ترکی عراق اور پاکستان نے جو اقدام کیا۔ اور جس میں بہرحال آگے بڑھنے اور کامیاب ہونے کی گنجائش تھی۔ اس کی مخالفت شروع کر کے اسے ناکام بنانے کی کوشش کی گئی۔ ان حالات میں تشتت اور کمزوری کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک یہ صورت حال ہے عربی ممالک اتحاد یا ترقی کا نام بھی نہیں لے سکتے۔

مشرقِ وسطیٰ کی اس نااستواری سے فائدہ اٹھانے کے لئے روس نے بازی لگا دی ہے۔ اس نے مصر کو اسلحہ مہیا کرنے کی پیشکش کی ہے۔ اس سے پہلے کرنل ناصر کو ماسکو آنے کی دعوت مل چکی ہے اور وہ آئندہ سال موسم بہار میں روس جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ مصری وزیر جمال الدین سالم نے اعلان کیا ہے کہ انہیں اگر روس غیر مشروط طور پر اسلحہ مہیا کرے اور اقوامِ مغرب سے انہیں اسلحہ نہ ملے تو اس پیشکش کو منظور کرنے میں مصر کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مصر کو فوجی اسلحہ کی ضرورت ہے اور وہ اس ضرورت کو اقوامِ مغرب کے ذریعہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر اسے مغرب سے اسلحہ میسر نہ آسکے تو وہ روس سے اسلحہ لینے کے لئے تیار ہو جائے گا بشرطیکہ یہ سودا غیر مشروط ہو۔ یہ بات معقول نظر آتی ہے لیکن اسے کہنے کے لئے بہت کچھ سوچنے کی ضرورت تھی مصر دیگر ممالک مشرقِ وسطیٰ اور ایشیا کی طرح اقوامِ مغرب سے متعلق رہا ہے۔ اس لئے اس کے ہاں کی فوجی تنظیم مغربی انداز کی ہے اور اسلحہ بھی مغربی ممالک کے ہیں۔ لہٰذا اسے اسلحہ کی مزید فراہمی کے لئے اقوامِ مغرب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ درست ہے کہ اس قسم کی رسد کے راستے میں بعض رکاوٹیں ہیں۔ لیکن سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ خود مصر نے اپنا موقف واضح نہیں کیا۔ اس نے اغیار کے کہنے میں آکر غیر جانبداری کا تصور پیدا کیا اور اقوامِ مغرب سے کٹنے اور ہٹنے کی کوشش کرتا رہا۔ حالانکہ اس کے مرشد پنڈت نہرو خود مغرب سے معاشی اور فوجی امداد لے رہے ہیں۔ اب بھی امریکہ نے مشرقِ وسطیٰ سے متعلق ایک تجویز پیش کر رکھی ہے۔ (اس تجویز پر سابقہ اشاعت میں تبصرہ کیا جا چکا ہے) اس میں کئی نقائص ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے لکھا تھا۔ اگر مسلمان ممالک متحد ہو جائیں اور اپنا لائحہ عمل متعین کر لیں تو وہ امریکہ سے معقول سودا کر سکتے ہیں۔ اس وقت اسی کی ضرورت ہے لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا گیا۔ روس نے اس تذبذب سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسلحہ کی پیشکش کر دی ہے روس مصر کو مطلوبہ امداد ہرگز نہیں دے سکتا۔ وہ اس پیشکش سے مصر کا تذبذب بڑھانا چاہتا ہے اور اسے مغرب سے ہٹا کر اشتراکیت کی آغوش میں لانا چاہتا ہے۔ یہ ایسا امکان ہے جسے مصر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی زد اسی پر نہیں پڑے گی بلکہ اس کا خمیازہ عالمِ عرب بلکہ سارے عالمِ اسلامی کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ ہم پھر اس حقیقت کو دہرانا چاہتے ہیں کہ گشود کار صرف اسی میں ہے کہ تمام اسلامی ممالک باہم متحد ہو جائیں اور پھر روس یا اقوامِ مغرب سے بے نیاز ہو کر اپنے معاملات آپ طے کر سکیں۔

بزمِ طلوعِ اسلام

مظفر گڑھ عبدالغفور چغتائی صاحب ترجمان تحریر کرتے ہیں کہ ۲۰ر اگست کو بزم کا اجلاس منعقد ہوا جس میں بیس ارکان کے علاوہ دیگر اہل علم اور صاحب فہم حضرات نے بھی شرکت کی۔ اس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور ہوئیں۔

(۱) مجلس دستور ساز سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ رزق کے سرچشموں کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اجتماعی تحویل میں دے دے اور کوشش کی جائے کہ حدود مملکت میں بسنے والا کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔

(۲) گداگروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی روک تھام کے لئے موثر اقدام کیا جائے۔

(۳) طلوع اسلام میں تاریخی شواہد کے عنوان سے جو سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے اس سے متعلق ممکن ہو تو تاریخی مقامات کے نقشے بھی شائع کئے جائیں

جب یہ مضامین کتابی شکل میں سامنے آئیں گے تو اسوقت نقشے دینے کی بھی کوشش کی جائیگی

طلوع اسلام

(۴) پنجاب ٹرانسپورٹ کے سلسلہ میں مسافروں کو مقامی طور پر جو دقتیں پیش آتی ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔

راولاکوٹ آزاد کشمیر ریاض احمد خاں صاحب رتق، موضع دبارہ ڈاکخانہ راولاکوٹ۔ پونچھ، آزاد کشمیر اطلاع دیتے ہیں کہ وہ راولاکوٹ میں جو آزاد کشمیر کا ایک معمولی سا قصبہ ہے بزم کی تشکیل کی کوشش کر رہے ہیں۔ علاقے کے قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان سے رابطہ پیدا کریں اور بزم کی تشکیل میں ان کا ساتھ دیں۔ ریاض صاحب کا خیال ہے کہ مقامی حالات کے مطابق مہینہ میں صرف ایک بار مجوزہ بزم کا اجلاس ہو سکیگا۔

جلال پور جٹاں غلام حسین صاحب جلال پور جٹاں ضلع گجرات سے تحریر فرماتے ہیں کہ تمام بزم ہائے طلوع اسلام کو اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر بزم اپنا شائع کردہ لٹریچر تمام بزموں کو ایک ایک کاپی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہر بزم کا حوصلہ بڑھ سکے اور وہ مختلف بزموں کی کارگذاری سے کسی حد تک مطلع رہ سکیں۔

بین الاقوامی جائزہ

(صفحہ ۱۶ سے آگے)

کے بعد بھی یہ واضح کر دیا کہ وہ بدستور مغرب سے متعلق رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس روس کی کوشش یہ ہے کہ انہیں مغرب سے علیحدہ کر کے غیر جانبدار بنائے ڈاکٹر ایڈینار نے ماسکو جانے سے پہلے امریکہ اور مغربی دوستوں سے مناسب بات چیت بھی کرلی اور ان پر اچھی طرح واضح کر دیا کہ وہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ ماسکو پہنچ کر انھوں نے جو بیان دیا ہے۔ اس میں انھوں نے وحدت جرمنی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ان بیس ہزار جرمنوں کی رہائی کا بھی جو روسی قید میں ہیں انھوں نے مذاکرات کو ان مسائل کے حل سے مشروط نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ ان نفسیاتی مسائل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ روس اس نفسیات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کریگا۔ کیونکہ جرمنی اس کے لئے بہت بڑی بازی ہے مگر ڈاکٹر ایڈینار بھی اپنے موقف میں کم متشدد نہیں بہرحال یہ دیکھنا ہے کہ وہ ان نفسیاتی مسائل کے حل کا جھگڑے دے کر مغربی جرمنی سے کیا قیمت وصول کرے گا۔ اقوام مغرب کے لئے اس میں تشویش کا پہلو ضرور ہے لیکن یہ غنیمت ہے کہ جرمنی کا مسئلہ تنہا مغربی جرمنی اور روس کے مابین طے نہیں ہوگا۔ بلکہ آخر کار ان تک آئے گا انھیں یہ بھی اعتماد ہے کہ ڈاکٹر ایڈینار ان کا ساتھ نہیں چھوڑینگے

امریکہ اور چین کے مابین جو براہ راست مذاکرات شروع ہوئے تھے وہ کسی نتیجہ تک نہیں پہنچے اس اثنا میں چین نے چند امریکی قیدی رہا کر دیئے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ وہ رفتہ رفتہ وہ تمام امریکی آزاد کر دے جن کی وجہ سے امریکہ کا رویہ زیادہ متشدد ہو گیا تھا اور جن کے لئے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کو چین کا سفر اختیار کرنا پڑا تھا۔ اگر ایسا ہو گیا تو چین کو امریکہ سے دیگر اور اہم تنازعات سے متعلق سودا کرنے کی زیادہ مہلت مل جائیگی بظاہر اس کی کوشش بھی نظر آتی ہے۔

ابلیس و آدم

سب سے پہلا انسان کس طرح معرض وجود میں آیا؟ آدم اور خلافت آدم کا مفہوم کیا ھے۔ ابلیس کیا ھے اور آویزش ابلیس و آدم کیا؟ وحی کیا ھے اور وحی نے انسان کو کیا عطا کیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات اس کتاب میں دیکھئے۔

صفحات ۳۷۶ قیمت آٹھ روپے

اقبال اور قرآن

اقبال نے قرآنی انقلاب کی آواز سے فضا کو معمور کیا۔

قرآن کیا کہتا ھے اور اقبال کا پیغام کیا ھے؟

ان کے جوابات مفسر قرآن اور ترجمان اقبال پرویز سے سنئے۔

ضخامت ۲۵۶ صفحات قیمت دو روپے

تاریخ الامت

علامہ اسلم جیراجپوری مدظلہ کی تاریخ کی وہ بے مثل کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاھوں میں بطور نصاب شامل تھی۔ اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام نے اسے دوبارہ چھاپا ھے۔

قیمت حصہ اول (سیرت رسول اللہ صلعم) دو روپے۔

قیمت حصہ دوم (خلافت راشدہ) دو روپے آٹھ آنے۔

کتاب آٹھ حصوں پر مشتمل ھے۔ باقی حصے عنقریب شائع ھو جائینگے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۷۔ کراچی۔ ۳

کمیونزم

انسان کے معاشی مسئلہ کا وہ حل ہے جسے تنہا عقل نے دریافت کیا۔

لیکن اس میں انسانی زندگی اور حیوانی زندگی میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ دونوں کی زندگی طبعی ہے۔ جس کا خاتمہ موت کر دیتی ہے۔

قرآن

اس مسئلہ کا جو حل دیتا ہے اس سے انسان اس زندگی کی خوشگواریاں بھی حاصل کرتا ہے اور اگلی زندگی میں ارتقا کی منازل طے کرنے اور آگے بڑھنے کے قابل بھی ہو جاتا ہے۔

یہ حل کیا ہے

اس کا جواب آپ کو

☆ نظام ربوبیت ☆

(از۔ پرویز)

میں ملے گا۔

قسم اول۔ کاغذ سفید کرنا فلی۔ جلد مضبوط مع گرد پوش چھ روپے۔

قسم دوم۔ کاغذ میکانیکل۔ صرف ڈسٹ کور کے ساتھ چار روپے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۰۲۰۔ کراچی ۳

... Press, ... Road, Karachi. Text at Javed Press, ... Road, Karachi. Published by ... Karachi.
Editor: ...